رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸۱

شرح چندہ
سالانہ ۷
ششماہی ۴
سہ ماہی ۲

قیمت فی پرچہ ۲ ؍

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلش نمبر

شرح چندہ
سالانہ ۷
ششماہی ۴
سہ ماہی ۲

قیمت پرانا پرچہ ۲ ؍

جلد ۳ | ۱۹ ؍ آبان ۱۳۵۲ ف | ۲۴ ؍ رمضان ۱۳۶۲ھ | ۲۵ ؍ ستمبر ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر ۲۴

حالات بعد از جنگ

پہلی جنگ عظیم کے بعد کیا ہوا تھا

(نیاز فتحپوری کی تقریر جو نشرگاہ حیدرآباد سے نشر ہوئی)

جنگ کے مسئلہ پر غور کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو صرف یہ سوچتے رہتے ہیں کہ لڑائی اب کس کے حق میں ختم ہوگی اور فتح و شکست کی پیمائش روزانہ کی خبروں سے کیا کرتے ہیں۔ دوسری جماعت وہ ہے جو دنیا کے حالات پر زیادہ گہری نظر رکھتی ہے اور جسے جنگ سے اتنی دلچسپی نہیں جتنی "حالات بعد از جنگ" سے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ جنگ کسی نہ کسی دن ضرور ختم ہوگی اور قوی امید یہی ہے کہ اس کا فیصلہ اتحادیوں کے حق میں ہوگا خواہ اس کے لئے عرصہ کتنا ہی کیوں نہ درکار ہو۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ دونوں باتیں یقینی ہیں کہ ان کے حاصل ہونے کے بعد واقعی ہماری موجودہ مصیبتیں دور ہو جائیں گی اور دنیا کو اس کا کھویا ہوا امن و سکون واپس مل جائے گا۔

کسی واقعہ کا صحیح نتیجہ سمجھنے کے لئے پہلے اس واقعہ کا صحیح سبب معلوم کرنا ضروری ہوا کرتا ہے اور اس ترقی یافتہ زمانہ کی لڑائیوں کی یہی خصوصیت نہایت تکلیف دہ ہے کہ ان کا سبب کسی کو معلوم نہیں ہوتا، یہاں تک کہ لڑنے والوں کو بھی اس کی خبر نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دنیا کی حالت اس موٹر کار کی سی ہے جو نہایت تیزی کے ساتھ چل رہی ہے اور چلانے والے کو اس کے کلچ Clutch اور گیر Gear پر بالکل قابو نہیں رہا ہے یعنی وہ اسے روک سکتا ہے نہ اس کی رفتار کو کم کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حالت میں دو ہی نتیجوں کی توقع کی جا سکتی ہے یا تو وہ کسی چیز سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے یا پٹرول ختم ہونے کے بعد از خود کسی جگہ رک جائے اور یہ دونوں صورتیں خراب ہیں۔ عہد حاضر کے انسان نے علمی ترقی تو کی لیکن اس کی غرض و غایت اس نے بالکل غلط قرار دی یعنی اس نے ذہنی ترقی کی مادی ترقی کے لئے، اس نے علوم و فنون حاصل کئے دولت جمع کرنے کے لئے، اس نے امن و سکون نام رکھا اس تعیش کا جو دوسروں کا امن و سکون چھین کر حاصل کیا جاتا ہے اور اس نے آبادی کے بہت سے ٹکڑے کر کے انسان نام رکھا صرف اس جماعت کا جو ایک مخصوص نسل و رنگ سے تعلق رکھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اغراض کا تصادم ضروری تھا اور اسی تصادم کا نام جنگ ہے۔

اس طرح ہمیں ان لڑائیوں کا وہ راز تو معلوم ہو جاتا ہے جسے ہم دل کا چور کہہ سکتے ہیں لیکن زبان سے جو کچھ کہا جاتا ہے وہ کبھی سمجھ میں نہیں آتا ہے نہ آ سکتا ہے کیونکہ دنیا نے اس وقت ایک خوبصورت نقاب اپنے چہرہ پر ڈال رکھا ہے اور اسی کے خط و خال ہمارے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ اصلی چہرہ جب تک نظر نہ آئے حقیقت حال سمجھنا مشکل ہے اور وہ چہرہ اتنا کریہہ ہے کہ اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ بہرحال میرے نزدیک حالات جنگ پر غور کرنے کے لئے زیادہ ضروری یہ ہے کہ جنگ کے بعد کی دنیا کو سمجھا جائے اور اس نازک وقت کا مقابلہ کرنے کے لئے ابھی سے تیاریاں شروع کی جائیں۔

اس جنگ کے بعد کیا ہوگا؟ اس کا جواب ایک عامی شخص یہی دے سکتا ہے کہ جو قومیں کامیاب ہوں گی وہ اور ان کا ساتھ دینے والی قومیں مالا مال ہو جائیں گی اور جو قومیں شکست کھائیں گی وہ بالکل تباہ و برباد ہو جائیں گی لیکن یہ جواب صحیح نہیں۔ یہ بالکل درست ہے کہ اختتام جنگ کے بعد ویرانی و بربادی کی شدت کا وہ عالم ہوگا جو ایک گھر کا اس کے خاک سیاہ ہو جانے کے بعد ہو سکتا ہے لیکن یہ درست نہیں کہ یہ ویرانی صرف انہیں گھروں تک محدود رہے گی جو جلائے گئے ہیں بلکہ قریب قریب اتنی ہی بربادی ان کو بھی دیکھنا ہے جنہوں نے آگ لگائی تھی۔ اس نے جس طرح اس لڑائی میں فتح و شکست کا کوئی مفہوم نہیں اسی طرح بعد از جنگ فوری امن و سکون کی تمنا بھی بالکل بے معنی ہے۔ دریا میں جتنا بڑا پتھر پھینکا جائے گا پانی میں اتنا ہی زیادہ تموج ہوگا۔ یہ لڑائی جو بہت بڑا پتھر ہے جو اقوام عالم کی حیات میں پھینکا گیا ہے، اس لئے ہم کو بہت زیادہ جھٹکے کھانے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

یہ حالات موجودہ جنگ کی لڑائی ابھی اپنے عروج پر ہے اور ابھی نہیں گزری، یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ اس کے بعد دنیا کا کیا رنگ ہوگا لیکن چونکہ یہ لڑائی پچھلی جنگ عظیم ہی کا تتمہ ہے اور اس پچھلی جنگ کے بعد جو کچھ ہوا وہ ہمارے علم میں آ چکا ہے اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ جنگ کے بعد بھی کم و بیش وہی صورتیں پیش آئیں گی جن سے دنیا پچھلے دو چار ہو چکی ہے اور یہ صورتیں کس قدر ہولناک تھیں۔

پچھلی لڑائی کے اختتام اور موجودہ جنگ کے آغاز کا درمیانی زمانہ اکیس سال کا تھا اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ زمانہ کس حال میں بسر ہوا تو ہم کو بہت مایوسی ہوتی ہے۔ ۱۹۱۸ء میں جنگ ختم ہو گئی تھی لیکن اس کے بعد ہی سے

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۳ | ۱۹ آبان ۱۳۵۵ف | نمبر ۳۴

غذائی کانفرنس

یہ خبر کہ انجمن انسداد قحط و گرانی اجناس عنقریب ایک غذائی کانفرنس منعقد کرنا چاہتی ہے حکومت اور پبلک دونوں کے نزدیک موجب مسرت ہوگی۔ غذا کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو اپنی نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے مسائل حاضرہ میں ایک نمایاں خصوصیت کا حامل ہے۔ اس مسئلہ پر جس قدر غور و خوض کیا جائے کم ہے۔ غذائی صورت حال دن بدن بدل رہی ہے۔ آج جو تدبیر کارگر نظر آتی ہے ضروری نہیں کہ وہ کل بھی ہو۔ [illegible] لہٰذا نہ صرف حکومت بلکہ پبلک کا بھی فرض ہے کہ [illegible] وقتاً فوقتاً مشورہ دیں۔ [illegible] کانفرنس میں متعلقہ سررشتوں کے عہدہ داروں کو بھی مدعو کیا گیا ہے۔ حکومت اور پبلک کے [illegible] ساتھ مسائل پر [illegible] غور ہو۔ کانفرنس منعقد کرنے کی اس تجویز پر ہم انجمن انسداد قحط و گرانی اجناس کو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔

یہ ملک کی خوش قسمتی ہے کہ شہزادگان والاشان نے اس انجمن کے مسائل کے ساتھ دلچسپی اور ہمدردی کے اظہار کے طور پر انجمن کی سرپرستی قبول فرمائی۔ کل حیدرآباد غذائی کانفرنس کی صدارت حضرت والاشان شہزادہ معظم جاہ بہادر اور اس کا افتتاح ہز ہائینس شہزادہ برار فرمائیں گے۔ کانفرنس کا مکمل پروگرام شائع نہیں ہوا ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ وہ تمام مسائل جو اجناس خوردنی کی کمیابی اور گرانی کو پیش کرتے ہیں زیر بحث آئیں گے اور ایسی صورتیں سوچی جائیں گی جو عوام اور بالخصوص غریب طبقوں کی روز افزوں پریشانی کو دور کرسکیں۔ غذائی صورت حال سے متعلق جو مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کو ہم ذیل میں اجمالی طور پر پیش کریں گے۔

پہلا مسئلہ پیداوار اجناس کا ہے جس کے تحت (الف) غذائی اور غیر غذائی اجناس (ب) غذائی اجناس میں اضافہ (ج) زرعی مویشی (د) آبپاشی کی سہولتیں اور (ہ) کاشتکاروں کے مالی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ رسد اور تقسیم کے طریقے کا ہے جس میں (الف) راشن بندی اور (ب) ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی کا انسداد شامل ہیں۔

تیسرا مسئلہ حمل و نقل کا ہے۔ اس ضمن میں ریلوے ذرائع کا سوال بہت اہمیت رکھتا ہے۔

چوتھا مسئلہ درآمد و برآمد کا مسئلہ ہے۔ اس خصوص میں ضرورت سے زیادہ پیداوار کی تعیین اور صرف زائد از ضرورت پیداوار کی برآمد کا مسئلہ قابل غور ہے۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا ہے یہ ایک ایسا مقصد ہے جس میں عہدہ داران حکومت اور پبلک کا کوئی [illegible] سے متعلق خیالات اور تجاویز پیش ہوسکتے ہیں۔ اس کانفرنس میں عہدہ داروں کی شرکت نہ صرف عوام میں حکومت کی غذائی پالیسی سے متعلق اعتماد پیدا کرنے کا باعث ہوگی بلکہ کانفرنس میں ان حقائق اور مشکلات کو پیش کرے گی جن کو جانے بغیر کوئی قابل عمل حل دریافت نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اس کانفرنس میں ملک کے ہر مکتب خیال کے [illegible] شریک ہوں گے وہاں ہماری یہ دلی خواہش ہے کہ آنریبل مسٹر [illegible]، مسٹر غلام محمد، مولوی فضل اللہ صاحب، مسٹر [illegible]، مولوی محی الدین صاحب [illegible] حیدرآباد کارپوریشن، مسٹر [illegible] جنرل منیجر نظام اسٹیٹ ریلوے، مسٹر [illegible] رجسٹرار امداد باہمی، مسٹر احمد مرزا [illegible]، مولوی نصیر حسین صاحب ناظم امداد و شمار بھی اس کانفرنس میں شرکت کریں۔ یہ ایسے عہدہ دار ہیں جو غذائی مسئلہ سے کسی نہ کسی حیثیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان حضرات کا کانفرنس میں شریک ہونا اس کے مباحث میں ان کا حصہ لینا یقیناً اہل ملک کی طمانیت اور اضافۂ معلومات کا باعث ہوگا۔ [illegible] کمیٹی کا یہ فیصلہ نہایت درست ہے کہ اس کانفرنس میں اضلاع کے مندوبین کو بھی مدعو کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ مندوبین بھی مرکزی انجمن کے ارکان کی طرح ہر مکتب خیال اور ہر فرقے اور طبقے کے نمائندے ہوں گے جو کانفرنس کو اپنے ضلع کے حالات اور مقامی رعایا کی دشواریوں سے واقف کرائیں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ کانفرنس کے غیر سرکاری شرکا خواہ وہ اضلاع کے ہوں یا بلدہ کے افراط و تفریط سے بچ کر اور اپنی ذمہ داری کے کامل احساس کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔

انجمن انسداد قحط و گرانی اجناس نے فی الحال ارزاں فروشی کی تین دوکانیں قائم کی ہیں اور مزید دوکانیں عنقریب قائم کرنے والی ہے۔ ارزاں فروشی کی ان دوکانوں کی امداد کے لئے ہز ہائینس شہزادی برار اور شہزادی نیلوفر فرحت بیگم صاحبہ نے مالی امداد بہم پہنچانے کے لئے جس دلچسپی کا مظاہرہ فرمایا ہے وہ اس رشتہ اتحاد کو مستحکم کررہا ہے جو حیدرآباد کے حکمران خاندان اور حیدرآباد کی رعایا میں دو صدی سے قائم ہے۔ اللہم زد فزد۔

ایک نئی مصیبت

سررشتہ کوتوالی فوری توجہ کرے

گزشتہ چند ماہ سے بمبئی کی طرح حیدرآباد میں بھی سٹہ بازی اور قمار بازی کا مرض پھیلنے لگا ہے۔ گو اس سے قبل بھی یہ خرابی یہاں پائی جاتی تھی لیکن بہت ہی محدود پیمانہ پر۔ اب وسیع اور منظم پیمانہ پر یہ خباثت یہاں پھیلتی جارہی ہے۔ ہم نے متعدد ذرائع سے سنا ہے کہ اس کی دوکانیں قائم ہوگئی ہیں اور بعض چائے خانے اور پان کی دوکانیں اس غرض کے لئے استعمال کی جارہی ہیں۔ روئی کی قیمت، بمبئی کی گھوڑ دوڑ کے نتائج اور اسی قبیل کے دیگر امور سٹہ بازوں کے لئے ذرائع منفعت اور عام کھلاڑیوں کے لئے وجہ تباہی بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ سلطان بازار میں علی الاعلان اس قسم کے معاملات ہورہے ہیں۔

سٹہ بازی یا قمار بازی ایک وبا ہے جو دیکھتے دیکھتے کئی خاندانوں کی تباہی کا باعث ہوتی رہی ہے اور ہوسکتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اخلاقاً ناجائز اور قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محکمہ کوتوالی نے اس وبا کے انسداد کو زیادہ اہمیت نہیں دی ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ نواب رحمت یار جنگ بہادر جیسے دردمند ملکی اور غریبوں کے بہی خواہ کوتوال کے زمانہ میں اس خباثت کو اس قدر جلد اور اتنی زیادہ مقبولیت حاصل ہوجاتی۔ اگر نواب رحمت یار جنگ بہادر اور مسٹر [illegible] خفیہ پولیس کے ذریعہ تحقیقات کرائیں تو اس خرابی کے بانیوں میں شاید ایسے نام بھی برآمد ہوں جو کم از کم غیر معروف نہیں۔ ایک معتبر راوی کا بیان تھا کہ چائے خانہ کے [illegible] بہادر

بیچنے والے لوگ اور تانگہ والے بھی اپنی قلیل اور محدود آمدنی سے کچھ حصہ روزانہ اس نئی مصیبت کے نذر کر رہے ہیں۔ ... ایک ... اور ... حساب لگایا ... والوں میں ایک سال کے اندر (۵۰) فی صد ... کو اتنا خسارہ برداشت کرنا پڑا کہ ان کی ... میں ... ہو گئیں۔ یہ واقعات عبرت ناک ہیں اگر حکومت سختی کے ساتھ اس برائی کے استعمال کے لئے قدم نہ اٹھائے تو ہمیں اندیشہ ہے کہ حیدرآباد کی مفلس آبادی مفلس تر ہو جائے گی اور ان مفلسوں کی قلیل آمدنی چند ہاتھوں میں منتقل ہو جائے گی۔ ہم نواب رحمت یار جنگ بہادر اور ... سے ... درخواست کرتے ہیں کہ وہ شہر کے غریبوں کو اس مصیبت سے بچانے کے لئے محکمہ کے افسروں کے نام سخت احکام نافذ فرمائیں اور خاطیوں کو خواہ وہ کتنے ہی ذی اثر کیوں نہ ہوں عبرت ناک سزائیں دلائیں۔

راشن بندی سے پہلے نمائندوں سے مشورہ کیا جائے

انجمن انسداد قلت و گرانی کا مطالبہ

حیدرآباد ۲۲ ستمبر۔ انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کے معتمد اعزازی اطلاع دیتے ہیں کہ:-

مجلس عاملہ انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کا اجلاس بتاریخ ... آبان ... شام کے چار بجے بصدارت ... منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرارداد بالاتفاق منظور ہوئی:-

"مجلس عاملہ انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کو اخبارات کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ حکومت سرکار عالی کے پیش نظر عنقریب راشن بندی کی اسکیم کو نافذ کرنا ہے۔ انجمن ہذا نے اصول راشن بندی کی حد تک اپنا نقطۂ خیال سابق متعدد قراردادوں کے ذریعہ ظاہر کر دیا ہے۔ مجلس ہذا یہ واضح کر دینا چاہتی ہے کہ اس مسئلہ کی اہمیت اور پیچیدگی کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ حکومت سرکار عالی قبل اس کے کہ اس خصوص میں کوئی اسکیم نافذ کرے ملک کے پبلک اداروں کے نمائندوں سے تبادلۂ خیالات اور مشورہ کرے تاکہ اس کو روبعمل لانے میں زیادہ سے زیادہ عوام کا تعاون حاصل ہو سکے۔" (ک۔پ)

کوئی شخص بلدہ سے غلہ باہر نہ لے جائے

حیدرآباد ۱۶ آبان۔ صیغہ ... کے

معتمد صاحب کی طرف سے حسب ذیل اعلان شائع کیا گیا ہے:-

"بلحاظ ان اختیارات کے جو آرڈیننس تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی بابتہ ۱۳۴۸ف کے قاعدہ (۳۱) کے ضمن (۱) فقرہ الف کے تحت عالیجناب سر صدر اعظم بہادر باب حکومت سرکار عالی کو حاصل ہیں بذریعہ ہذا حکم دیا جاتا ہے کہ ... آبان ... سے تا حکم ثانی کوئی شخص یا کوئی ادارہ بجز ... حیدرآباد ... بلدۂ حیدرآباد دکن کے اجناس ذیل کو حدود بلدہ سے (جس میں ... کے چاروں طرف دس میل کا رقبہ شامل ہو گا) باہر نہ لے جائے۔ سوائے اس کے کہ اس کی نسبت صدر ناظم ... سرکار عالی سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔

۱۔ چاول ۲۔ جوار ۳۔ باجرا ۴۔ گیہوں ۵۔ مکی ۶۔ چنا ۷۔ شکر ۸۔ ہر قسم کی دال اور اس کے اجزاء۔

گیہوں میں گیہوں کا آٹا، میدہ، روا، ... اور چنے میں چنے کی دال اور بیسن شامل متصور ہوں۔

حکم ہذا کی خلاف ورزی کے پاداش میں تو ... تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کے قاعدہ (۸۱) ضمن (۲) کے بموجب تین سال کی سزائے قید یا سزائے جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔" (معلومات)

غذائی کونسل کے قیام کا مطالبہ

جماعت اتحاد و ترقی کی قرارداد

جماعت اتحاد و ترقی کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ بتاریخ ۴ آبان بصدارت نواب میر اکبر علی خان صاحب منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرارداد منظور ہوئی۔

حالات گرانی و قلت اجناس پر کامل غور کرنے کے بعد مجلس عاملہ یہ ضروری سمجھتی ہے کہ اجناس خوردنی کی برآمد قطعاً روک دی جائے۔ انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس نے جو قراردادیں اجناس خوردنی کی برآمد سے متعلق منظور کی ہیں ان پر غور کرنے اور حالات حاضرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد جماعت ہذا ان سے کامل اتفاق کرتی ہے۔

جماعت ہذا کی رائے میں اس خصوص میں جو بھی بنیادی تجاویز روبعمل لائی جائیں ان کے متعلق حکومت سرکار عالی پبلک اداروں کے نمائندوں کو اپنے اعتماد میں لے کر تجاویز مرتب کرے تو پبلک کو اطمینان حاصل ہوگا۔ جماعت ہذا ایک باضابطہ غذائی کونسل کے جلد انعقاد کی طرف حکومت کو متوجہ کرتی جس میں پبلک کی موثر نمائندگی ہو۔ جماعت ہذا عوام سے خواہش کرتی ہے کہ وہ آنے والے حالات کے لئے خود کو منظم کرے اور جو کمیٹیاں انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کی جانب سے

... داری قائم ہو رہی ہیں ان سے ساتھ پورا تعاون عمل کریں اور ذخیرہ اندوزی کی طرف قطعاً مائل نہ ہوں۔

محکمہ لوکل فنڈ کا مالیاتی موقف

ایک کروڑ روپے سے زیادہ کی بچتیں

ممالک محروسہ سرکار عالی میں اضلاعی مجالس کے علاوہ غیر سرکاری اکثریت رکھنے والی ۱۰ بلدی مجالس اور ۵۰ قصباتی مجالس بھی قائم ہیں۔ مندرجہ ذیل مضمون میں ان کے وسائل آمدنی اور تعین مصارف کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان فیاضانہ عطیوں کا بھی ذکر ہے جو مزید سہولتیں بہم پہنچانے کی غرض سے حکومت مقامی اداروں کے لئے منظور کرتی رہی ہے۔

ذیل میں ان مجالس کی مالیاتی حالت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۴۰ف کے اختتام پر بچتوں کی مقدار ایک کروڑ روپے سے زیادہ ہو گئی تھی۔

دستور العمل لوکل فنڈ کے مطابق ایک آنہ کے مقامی محصل سے جو آمدنی ہوتی اس کی تقسیم حسب ذیل طریقے پر کی جاتی تھی۔

۱۔ دیہی پولیس اور دوسری دیہاتی سروسیں	۶ پائی
۲۔ تعلیم	۳ ۔
۳۔ رفاہ عام	۴
۴۔ [illegible]	۲

بعد ازاں دیہی پولیس اور دیگر مدوں کے مصارف حکومت نے اپنے ذمے لے لئے اور اب یہ تقسیم حسب ذیل طریقے پر کی جاتی ہے۔

۱۔ رفاہ عام	۶ پائی
۲۔ تعلیم	۳ ۔
۳۔ طبی امداد	۔

اگرچہ کہ صرف کرنے کا اختیار اضلاعی مجالس کو تھا، باینہمہ ان کی نگرانی ناظم لوکل فنڈ کے علاوہ راست سرکار عالی کے محکمہ جات مالگذاری، تعلیمات اور طبابت کو اختیار دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تینوں شعبوں کے تحت علیحدہ موازنے مرتب کئے جانے لگے اور ان کی بچتیں بھی جداگانہ رکھی جانے لگیں اور ہمیشہ خسارہ والا موازنہ مرتب ہوتا تھا کیونکہ حکومت ... ان شعبوں پر کثیر مصارف عاید ہوتے تھے۔

مشترکہ موازنہ

۱۳۴۵ف میں حکومت نے محکمہ مالگذاری کی تحریک پر محکمہ جات تعمیرات و صحت عامہ و رفاہ عامہ سے تینوں مدات کو ضم کر کے ایک مشترکہ موازنہ مرتب کرنے کی منظوری دی۔ لیکن ساتھ ہی اس کا بھی خیال رکھا گیا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے لوکل فنڈ کی مشترکہ کی تکمیل کے لئے جاریہ مصارف کی مد کی رفاہ عام، تعلیم اور صحت عامہ کے درمیان ۶:۳:۳ کا تناسب برقرار رہے۔ اضلاعی مجالس کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ایک بڑی مد سے دوسری بڑی مد میں اور ایک چھوٹی مد سے دوسری چھوٹی مد میں [illegible]

مصارف عائد ہوں۔

۱۳۴۰ف میں لوکل فنڈ کی مالیاتی حالت پر ایک تبصرہ میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ اضلاعی اور قصباتی مجالس کے حسابات میں بہ شکل بچت کثیر رقمیں موجود تھیں۔ چنانچہ حکومت نے یہ تصفیہ کیا کہ ان رقموں کو دیہی وسائل نقل و حمل کی درستی، آب رسانی اور مواصلات کے لئے دوسری سہولتوں کی فراہمی پر صرف کیا جائے۔ اس پالیسی کے مطابق ہر ضلع اور قصبہ کی ضروریات کے مدنظر رقموں کا تعین کیا جاتا ہے اور ان رفاہی امور کی تکمیل کے لئے حکومت ہر سال گذشتہ بچتوں سے منظوری دیتی ہے۔ ۱۳۵۳ف سے ہر سال تقریباً دس لاکھ روپے ان بچتوں سے صرف کئے جا رہے ہیں۔ سالانہ آمدنی کا ۱۰ فیصد حصہ ہر سال بطور محفوظ رکھا جاتا ہے جو بچتوں کا ایک حصہ بن جاتا ہے اور آئندہ رفاہی امور پر صرف کیا جاتا ہے۔

۱۶ بلدی اور ۵۰ قصباتی مجالس

۱۳۳۰ف میں مقامی محاصل کا قانون منظور کیا گیا۔ قصبات میں مقامی محصل عائد کرنا اور پانچ ہزار یا اس سے زیادہ آبادی والے مقامات میں بلدی مجالس قائم کرنا اس قانون کا خاص مقصد تھا۔ چنانچہ اب (۲۹) سے زیادہ ایسے قصبات ہیں جن پر مقامی محاصل عائد کئے جا چکے ہیں۔ اگرچہ کہ ان میں سے اکثر قصبات میں مذکورہ بالا قانون کے تحت قائم شدہ مجالس صفائی موجود نہیں ہیں لیکن یہاں ضلع واری یا تعلقہ واری بورڈ موجود ہیں جو ۱۳۳۰ف کے دستور العمل لوکل فنڈ کے تحت قائم کئے گئے ہیں اور مذکورہ بالا مجالس کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ۱۳۴۳ف میں حکومت نے جالنہ، ناندیڑ اور جیسے دوسرے بڑے قصبوں اور اضلاع کے اہم صدر مقاموں میں غیر سرکاری اکثریت رکھنے والی بلدی مجالس قائم کرنے کے لئے ایک اسکیم منظور کی۔ چنانچہ ایسی ۱۰ بلدی مجالس قائم ہو چکی ہیں جو ضلع واری بورڈ کے اختیارات سے آزاد ہیں۔

وسائل آمدنی

گھر پٹی، روشنی پٹی، بلدی حدود میں داخل ہونے والی گاڑیوں اور جانوروں پر محصول، بلدی حدود میں موجود گاڑیوں پر محصول، مارکٹ کی حدود میں اشیا بیچنے والے [illegible] اور جانوروں پر محصول اور گاڑیوں اور جانوروں کے لئے پڑاؤ کی جگہ استعمال کرنے پر محصول بلدی مجالس کی آمدنی کے اہم وسائل ہیں۔ ان کے علاوہ عمارتوں، دکانوں اور زمینوں کا محصول اور ذاتی استعمال کے لئے نلوں کی تنصیب وغیرہ بھی آمدنی کے ذرائع ہیں۔

اکثر قصبات کی آمدنی اتنی کم ہے کہ جب تک جنرل لوکل فنڈ سے امداد نہ کی جائے ان کے اخراجات پورے نہیں ہوتے۔ چنانچہ ایسے قصبات کو ہر سال جنرل لوکل فنڈ سے امداد دی جاتی ہے۔ لیکن جیسے جیسے ان کی مالی حالت بہتر ہوتی جائے گی یہ امداد بھی کم ہوتی جائے گی۔

حکومت کے فیاضانہ عطیے

۱۳۴۳ف سے حکومت اضلاع کے چھوٹے مستقر مقامات کی ترقی کے لئے (۱۰۰۰۰۰) روپے کا ایک سالانہ عطیہ اور حفظان صحت کے لئے (۲۶) انسپکٹروں کو مقرر کرنے کے لئے (۱۰۰۰۰) روپے کا عطیہ دے رہی ہے۔ گذشتہ دس سال کے دوران میں حکومت نے منتخب کردہ قصبات کی اصلاح و ترقی کے لئے پانچ لاکھ روپے صرف کئے اور یہ رقم گندے حصوں کی صفائی، نئی آبادیوں کے قیام اور سڑکوں کی درستی جیسے اہم کاموں پر صرف کی گئی۔

حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ تمام اضلاع کے صدر مقامات اور بڑے قصبوں میں آب رسانی اور گندے پانی کی نکاسی کا انتظام جدید طریقوں کے مطابق کیا جائے۔ چنانچہ وہ اس مقصد کے لئے ہر سال پانچ لاکھ روپے کا مستقل عطیہ منظور کرتی ہے اور ان امور سے متعلق اسکیموں کے اخراجات کے تین چوتھائی حصے کی تکمیل اسی عطیہ سے کی جاتی ہے۔ مزید برآں حکومت ان مصارف کا ایک چوتھائی حصہ بطور قرض بھی دیتی ہے جو مساوی قسطوں کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔

طبی امداد

کچھ عرصہ پہلے تک قصبات کے شفاخانوں کے مصارف ضلع واری بورڈ برداشت کرتا تھا لیکن بورڈ پر یہ بار نامناسب معلوم ہوا اور حکومت نے طے کیا کہ یہ مصارف متعلقہ قصبات کے موازنہ میں شامل کئے جائیں۔ چونکہ اکثر قصبات کی مالی حالت ایسی نہیں ہوتی کہ وہ اس بار کو برداشت کر سکیں اس لئے حکومت ہر سال دواخانوں کے نصف مصارف بھی برداشت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ حکومت دیہاتی کے موازنہ میں بھی اس مقصد کے لئے ہر سال (۱۲۳۰۰۰) روپے کی گنجائش رکھتی ہے اور صحت عامہ کے مصارف کی تکمیل کے لئے مقامی مجالس کو (۱۰۰۰۰۰) روپے کا سالانہ عطیہ بھی دیتی ہے۔

۱۳۵۲ف میں ضلع واری بورڈوں اور قصباتی مجالس کا مالیاتی موقف حسب ذیل تھا۔

	افتتاحی سکیلیں	آمدنی
ضلع واری بورڈ	۹۲۵۳۰۰۰	۲۳۴۳۲۵۵
بلدی اور قصباتی مجالس	۳۲۶۹۰۰۰	۲۳۳۱۷۵۰

میزان	مصارف
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

اختتامی سکیلیں

[illegible]

[illegible]

روس میں غذائی مسئلہ کا حل

(وزیر زراعت سوویٹ روس کا ایک مضمون)

جنگ کے پچھلے دو سال سوویٹ یونین کی زراعت کے لئے سخت آزمائش کے سال رہے ہیں۔ ہٹلری جرمنی زراعت کے نسبتاً اچھے علاقوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ۔ اور اس علاقہ کے عارضی نقصان کو پورا کرنے اور فوج جنگی صنعتیں اور عام آبادی کے لئے ضروری سامان پہلے کی طرح فراہم کرنے کے لئے حکومت اور کسانوں کو انتہائی کوشش کرنا پڑیں۔

یہ کوششیں تین طرح کی تھیں (۱) محاذ جنگ سے دور کے علاقوں میں خاص کر مشرقی علاقوں میں زیر کاشت رقبہ میں اضافہ کرنا تھا۔

(۲) جن علاقوں پر دشمن کے حملوں کا اندیشہ تھا ان کے اجتماعی اور سرکاری فارموں کے سامان مشینیں، ٹریکٹر وغیرہ کو اندرون ملک پہنچانا تھا۔ اور

(۳) جن علاقوں میں اس سے قبل کوئی کاشت نہیں ہوتی تھی ان میں جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ کاشت کا بندوبست کرنا تھا۔

ان کوششوں کی بدولت روس کے سرکاری فارم باوجود اس کے زمانہ امن کو دیکھتے ہوئے ان میں ٹریکٹروں جانوروں اور مزدوروں کی کمی تھی زیر کاشت رقبے کو برابر بڑھا رہے ہیں اور زرعی پیداوار میں اضافہ کے لئے کامیابی کے ساتھ جدوجہد کر رہے ہیں۔ مثلاً ۱۹۴۲ء کے موسم خزاں میں سارے ملک میں جاڑوں کی فصل میں ۲۰ لاکھ ہیکٹیر رقبہ کا اضافہ ہوا۔ اور اس کے بعد والے سال میں ۲۰ لاکھ ہیکٹیر مزید اضافہ ہو گیا۔ یورال، سائبیریا اور مشرق بعید کے علاقوں میں زیر کاشت رقبہ کا اضافہ خاص طور پر نمایاں رہا۔

اس سال مزید اضافہ کی توقع کی جاتی ہے۔ سرکاری منصوبے کے مطابق اس سال تمام فصلوں کے زیر کاشت رقبے میں گذشتہ سال کے مقابلہ میں ۷۴ لاکھ ہیکٹیر کا اضافہ ہو جائے گا۔ صرف غذائی اجناس کے رقبے میں ۴۳ لاکھ ہیکٹیر اضافہ کی توقع ہے۔ اناج اور دوسری زرعی پیداوار کی روز افزوں ترقی میں گذشتہ لڑائی کے حالات کا تذکرہ یقیناً دلچسپی کا باعث ہو گا۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۷ء تک کی لڑائی میں اناج کے زیر کاشت رقبہ میں گیارہ فیصد سے زائد کمی ہو گئی تھی۔ چقندر کا رقبہ ۳۰ فیصد، سن کا رقبہ ۱۲ فیصد اور آلو کی کاشت کا رقبہ ۱۰ فیصد گھٹ گیا تھا۔ جانوروں کی تعداد میں بھی تباہ کن حد تک کمی ہو گئی تھی۔ اس کے مقابلہ میں اس وقت جنگ کی تمام مشکلات کے باوجود سوویٹ یونین میں جانوروں کی پیداوار برابر بڑھتی جا رہی ہے۔ مثلاً ۱۹۴۳ء میں اجتماعی فارموں کے مویشیوں، بھیڑوں اور بکریوں کی تعداد میں ۱۰ فیصد کا اضافہ ہوا۔ گزشتہ سال اجتماعی فارموں نے ۱۹۴۲ء کے مقابلہ میں ڈیڑھ گنا گوشت حکومت کے ہاتھ فروخت کیا۔

روس میں زراعت کی ان ترقیوں کے باوجود اس وقت وہاں غلہ کی قلت ہے۔ اس بات کو سمجھنا چاہئے کہ جنگ کو اس وقت جرمن حملہ آوروں کو شکست دینے کے لئے ایک زبردست فوج کے کھانے پینے کا بندوبست کرنا پڑ رہا ہے اور جو مقامات ہٹلری قبضہ سے نکالے گئے ہیں یا نکالے جا رہے ہیں ان کے لوگوں کی صحت درست کرنے اور ان کی قوت بڑھانے کے لئے مزید رسد کی ضرورت پڑتی ہے۔

یوکرین، بائیلو روس اور دوسرے علاقوں میں جہاں جرمنوں کا قبضہ تھا اور جن کو انھوں نے پوری طرح تباہ کر دیا تھا، زراعت کو بحال کرنے میں بہت زیادہ وقت اور ذرائع کی ضرورت پڑے گی۔ روس کے جو علاقے عارضی طور پر دشمن کے ہاتھ لگ گئے تھے ان کو جتنا نقصان پہنچا ہے اس کا ابھی تخمینہ تک نہیں لگایا جا سکتا۔ لیکن یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ ٹریکٹروں اور دوسری زرعی مشینوں کی بربادی، جانوروں کا قتل عام، عمارتوں کے انہدامات اور زمین کی وحشیانہ لوٹ انتہائی درجہ پر پہنچ گئی ہے۔ سوویٹ سرزمین سے جنگ کے ہولناک نتائج کے نشانات مٹانے میں بھی بہت سا وقت، محنت اور دوسرے ذرائع صرف کرنا پڑیں گے۔

جنگ کے اس زمانہ میں زیر کاشت رقبہ کا اضافہ اور بہتر طریقہ کاشت خود بخود نہیں حاصل ہو جاتی بلکہ انتہائی مشکلات پر قابو پانے کے لئے انتہائی کوشش کرنے کے بعد یہ نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ اور ان مشکلات پر قابو پانے کے لئے روس کے نوجوان بوڑھے اور نوجوانوں سے زیادہ کوشش کر رہے ہیں۔ عورتوں کو کام کے لئے خالی کرنے کے لئے گاؤں میں بچوں کی پرورش گاہیں اور تربیت گاہیں بہت بڑی تعداد میں کھول دی گئی ہیں۔ سال کے جن مہینوں میں زراعت کا کام بڑھ جاتا ہے ان میں شہروں کے مزدور دیہات چلے آتے ہیں۔ اور اجتماعی اور سرکاری فارموں کی بیش قیمت امداد دیتے ہیں۔ مثلاً پچھلے سال سکولوں کے ستر لاکھ لڑکوں نے دیہات جا کر کھیتوں میں کام کیا۔ اجتماعی فارموں کو اس کام کی جو حکومت نے اس کے لئے مقرر کیا ہے زبردست اہمیت کا پورا پورا احساس ہے اور وہ اگلی فصل کے لئے حکومت کے منصوبے کو پورا کرنے بلکہ اس سے اور آگے نکل جانے کے لئے ہر امکانی کوشش کر رہے ہیں۔ ان حالات کا ایک بہت بڑا مظہر کسانوں کا وہ زبردست منصوبہ ہے جسے انھوں نے وطن پرستی کے جذبے کے ساتھ مرتب کیا ہے اور اناج اہم عنصر وہ بہار کو جو انہیں حکومت کی طرف سے مل رہا ہے۔ روسی حکومت جنگ کے زمانہ کی تمام ضروریات کے باوجود مشینوں اور ٹریکٹروں کو پٹرول اور موبل آئل اور دوسری ضروری چیزیں فراہم کر رہی ہے۔ اس امداد کے سلسلہ میں یہاں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہو گا کہ اس سال کھیتوں میں تقریباً ساٹھ فیصد کام ٹریکٹروں سے لیا جائے گا۔

گزشتہ سال موسم گرما میں بہت سے ایسے واقعات ہوئے جو انتہائی اہمیت رکھتے ہیں۔ میرے ذہن میں سب سے نمایاں تصویر ان علاقوں کی ہے جو حملہ آوروں سے آزاد کرائے گئے تھے اور جن میں کامیابی کے ساتھ کھیت بو دیئے گئے۔ وہ امداد بھی میرے ذہن میں تازہ ہے جو ان علاقوں کو مشرق کے دوسرے علاقوں سے ملی تھی۔ ان میں ازبکستان اور قزاقستان، ترکمانستان اور سنٹرل کرد کے مضافات، شمالی قفقاز کا علاقہ اور شمالی قفقاز کی جمہوریتیں سب سے پیش پیش رہیں۔ ماسکو، اسمولنسک اور تولا کے قصبوں میں جو پچھلے ہی سال آزاد کرائے گئے ہیں فصلیں کامیابی کے ساتھ بو دی گئی ہیں۔ ریاست نے بیج کے لئے جو سیڈ مقرر کیا تھا اس میں کسانوں کے متعلقہ اجتماعی فارم سب سے کامیاب رہے۔

آزاد کرائے ہوئے علاقوں کی امداد کے کام نے پورے ملک کی ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی ہے۔ کمزور قابل کی جمہوریتیں مقبول عام و فاحی فنڈ میں چندہ دینے کے لئے اور آزاد کرائے ہوئے علاقوں کو امداد پہنچانے کے لئے ۲۰ ہزار ہیکٹیر زمین کاشت کی گئی اور انہی مقاصد کے لئے گورکی کے صرف دو مضافات میں دس ہزار ہیکٹیر اور گورکی کے مضافات میں ۹۰ ہزار ہیکٹیر کی کاشت کی گئی۔ اس کے علاوہ اور علاقوں میں بھی آزاد کرائے ہوئے علاقوں کی امداد کے لئے کاشت کی گئی ہے چندہ میں جانوروں کی بھی ایک خاصی بڑی اور روز افزوں تعداد دی جا رہی ہے۔

آخر میں میں ایک اور انتہائی اہم بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ شہری آبادی کے لئے کھیتی کو بطور مشغلہ کرنے جانے سے متعلق ہے۔ اس کام میں آج جتنی ترقی ہوئی ہے اتنی آج تک نہیں ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں اس کے کسی شہر میں ایسا کوئی خاندان مشکل ہی سے ہو گا جس کے پاس ترکاری اگانے کے لئے اپنی زمین نہ ہو۔ پچھلے سال حکومت نے اس کام کے لئے ساٹھ ہزار ہیکٹیر زمین جا بجا مخصوص کر دی تھی۔ لیکن اس سال اسی زمین کا رقبہ دس لاکھ سے اوپر نکل جائے گا۔ ساتھ ہی حکومت مزدوروں اور کام کرنے والوں کو تخم، آلات اور کھاد کی شکل میں امداد دے رہی ہے۔

اس طرح روس کے اجتماعی فارموں کے کسان اور شہروں میں رہنے والے اپنی متحدہ کوششوں سے ملک میں غذا کی مقدار بڑھانے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ہفتہ گزشتہ کی اہم خبر یہ ہے کہ "ترجمان ملت" نے بورڈ کی رپورٹ سے متعلق قائد ملت کی وہ تقریر دوبارہ شائع نہیں کی جس کو انجمن اتحاد و قوت و گرانی جس نے منظور کیا تھا۔

حیدرآباد میں اتحاد و جمعیت مشاقی اور تنخواہوں کی تخفیف کی طرح ملک محروسہ میں تعطیلات کی تخفیف کا مسئلہ بھی کچھ ایسا تیز ہوا ہے کہ لبالب سال گزر اس پر غور و فکر کے باوجود صرف جہاں سے چلتا ہے وہیں واپس آجاتا ہے۔" (پیام)

اگر تنخواہ اور تعطیلات کم ہو جائیں تو ملازمت میں دلکشی کیا رہے گی؟ اگر حاضر موصوف کی رائے قبول کی گئی تو بیرونی کی طرح سیول خدمات کے لئے بھی جبری بھرتی کی نوبت آئے گی۔

ایک سرکاری ملازم پانچ ماہ (۲۰) یوم چھٹیاں منا تا ہے۔ (ملک کی ایک سرخی)

نشان کا اتفاق نہ ہے کہ تعطیلات میں مزید دو یوم کا اضافہ کر دیا جائے تاکہ کام اور فرصت کے اوقات کی تقسیم مساوی رہے۔ ہماری یہ تجویز اس لئے قابل توجہ ہے جو تخفیف ملازمت کی کمیٹی تنخواہوں میں تخفیف کے ذریعہ کوئی نئی ہے۔ تو محوں میں تخفیف کے ساتھ تعطیلات میں اضافہ بیحد ضروری ہے۔ یہ بہتر ہوگا کہ ایک ایسا قانون منظور کیا جائے جس کی رو سے ہر قسم کے عہدہ دار برابر کے شریک ہوں۔ بعض عہدہ داروں اور غیر مستقل عہدہ داروں میں خصوصیت ہم مستقل ہیں۔ ایک روز پیچھے یا دوسری تعطیل کا اعلان جیسے قبل ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے تاکہ ایسا ان سے حیدرآبادی نبھیں۔

تعطیلات کے ضمن میں ہم یہ کہنا بھول ہی گئے کہ بعض بجٹ سررشتے ایسے بھی ہیں جن کے عمال اور عہدہ دار کو تعطیلیں نہیں ملا کرتیں۔ اس بے رحمی زمانہ میں یہ ناانصافی ایسی ہے جس پر ارباب مقتدرہ کو فوراً توجہ کرنی چاہئے۔ مثال کے طور پر بجائے دفتروں کو لیجئے یا کوتوالی کے جوان، خطبہ رسان اور علاقہ مضافات وغیرہ۔ سوال یہ ہے کہ ان اصحاب کو کیوں تعطیلات سے استفادہ کا موقع دیا جائے؟ اس میں کیا مضائقہ ہے کہ ایک یا دو روز کے لئے ٹرینیں روک دی جائیں۔ پاسپورٹ کوتوالی روڈ پر دالت بھی نہ ہونے دیں اور دفاتر دو دن کے لئے بند ہوں۔ اگر ایسا ہو تو کونسا انقلاب ہو جائے گا؟ پوچھئے۔

حکومت کی زیادتی ہے کہ وہ ان سررشتوں کے کارکنوں سے بلا لحاظ تعطیل کام لینے پر مصر ہے۔ ضرورت ہے کہ ایسے مظلوم اہل کار اور عہدہ داروں کی ایک انجمن تشکیل دی جائے جو تعطیلات سے محروم ہیں۔ اس انجمن کی سرپرستی اور اعانت کے لئے بعض ایسے نام ہمارے ذہن میں آتے ہیں جو اپنی ملازمت پیش کر سکتے ہیں۔ مجوزہ انجمن کی تائید کے لئے "نمک پارے" کا کالم ہمیشہ کھلا ہوا ہے اور ہمیں امید ہے کہ معاصر "پیام" بھی اس تحریک کی تائید کے لئے "سرراہ" وقف کر دے گا۔

ایک محفل میں ہندوستان کی سیاسی تحریکات پر بحث ہو رہی تھی۔ ایک صاحب نے کہا کہ کیا بات ہے کہ ہندوستان میں کوئی تحریک بار آور نہیں ہوتی؟ ان کے ایک دوست نے جو ایک اخبار کے ایڈیٹر ہیں اور کانگریسی مسلک رکھتے ہیں فرمایا کہ

"ہندوستان ایک وسیع ملک ہے اس لئے
یہاں وہ اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا جو مغربی
ممالک میں پیدا ہو سکتا ہے۔"

اگر اس محفل میں ہم شریک رہتے تو عرض کرتے کہ
ملک وسیع ہو تو کیا ہوا قوم تو ایک اور ناقابل تقسیم ہے۔

حکومت ہند کی جدید غذائی پالیسی ——— مہنگائی
سے راست غلہ کی خریداری۔
(اخباری سرخیاں)
ہمیں سیٹھ کمشنر کو اس گمبیر وال سے پوری ہمدردی ہے۔

معقول سکیم میر باہ۔ (ایک سرخی)
اس فقرہ سے اسکیم کا لفظ حذف کر دیا
جائے تو حیدرآباد کی صورت حال پوری طرح سمجھ میں آ سکتی ہے۔

ایک غیر معمولی خبر ہے کہ جامعہ عثمانیہ میں پانچ طلبا کا ایک گروپ بنانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔
گویا جامعہ کے اوقات قانون اور حد فاصل میں ہمیشہ ایک مجمع خلاف قانون رہتا ہے۔

مسٹر دیوی پرکاش نائر کا ایک مضمون "دوسری جنگ عظیم کے اسباب" عنوان سے ٹورنٹو کے ایک شہری میں شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے موجودہ جنگ کے حقیقی اسباب بتانے کی کوشش کی ہے اور حقیقت یہ سائنس کو قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:-
سائنس یہ خیال کرتی ہے کہ جنسی تعلقات محض میکانکی حیثیت رکھتے ہیں۔ ازدواج ایک ایسا رشتہ ہے جو قابل احترام نہیں۔ ضبط تولید اور بے شعوری بڑھتی جا رہی ہے۔ سب کچھ شہوت پرست آوارہ گرد ہیں اس لئے سیاست اپنے دل و دماغ پیدا کرے۔ مرد اور عورتیں کامل تمدن نہیں۔ انسان کے لئے گھر وہیں بسیرا نہیں بلکہ وہ دوزخ بن گیا ہے۔ سائنس حیران اور ششدر رہ ہے اس کو محسوس کرنا چاہئے تھا کہ ابھی زندگی میں ازدواج کا احترام حقائق ہیں۔ اگر ہم نہیں ان حقائق کو نظر انداز کرکے سائنس دان یہ سمجھنے سے قاصر رہتا ہے کہ انسان نے مردوزن کی خدمت نہیں بلکہ بے ندامتی کی ہے۔ حیات انسانی میں بنیادی حیثیت جذبات کو حاصل ہے۔ جذبات کی جگہ عقل کو دی جائے تو وہ زندگی کو بھیانک بنا دیتی ہے۔ عقل آفتاب صداقت کا ایک ذریعہ ضرور ہے لیکن سب کچھ نہیں۔ انکشاف صداقت کے لئے عقل کے ساتھ بصیرت کی بھی ضرورت ہے۔"
اس مضمون کو پڑھنے کے بعد ہمیں اقبال مرحوم کا یہ شعر یاد آگیا:-

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا۔

"دکن کرانیکل" کی اطلاع ہے کہ بلدیہ کے ایک اجلاس میں مسٹر جی ایم خان نے اخبارات پر عموماً اور "پیام" اور "صبح دکن" پر بالخصوص سخت تنقید کی۔ صحافتی نمائندوں کے واک آؤٹ کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر خان نے کہا کہ اخبارات یہ خیال پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ گویا بلدیہ کوئی مفید کام نہیں کر رہی ہے۔ حیدرآباد کے اخبارات غلط فہمی پیدا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مسٹر جی ایم خان نے یہ تجویز پیش کی کہ بلدیہ کے جلاس میں صحافتی نمائندوں کی شرکت سے متعلق قواعد مرتب کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی تشکیل دی جائے۔ بلدیہ کے کسی رکن نے جو اس وقت اجلاس میں شریک تھا مسٹر جی ایم خان کی تائید نہیں کی۔

ہم مسٹر جی ایم خان کو اس شاندار کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں۔

مملکت آصفیہ میں نشریات کی ترقی

(۴)

شعبہ موسیقی

موسیقی اور شعر

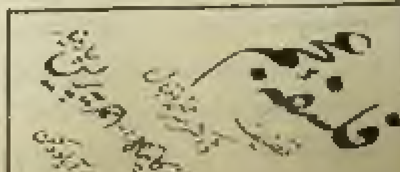
موسیقی اور شعر میں گہرا تعلق ہے۔ افسوس ہے کہ اردو کے اکثر شاعروں نے قومی تعمیر کے پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا اور جنہوں نے قومی تعمیر کی طرف توجہ کی ان میں سے چند اساتذہ کے سوا باقی سب نے "منفی پہلو" کو جلا دی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شعر جو قوم کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کہے گئے عام تعلیم یافتہ طبقہ سے آگے نہ بڑھ سکے۔ اور وہ شعر جن میں ادنیٰ جذبات ابھارے گئے تھے عوام کی زبانوں پر چڑھے رہے۔ آج آواز اور موسیقی کی وجہ سے شعر گونجتے رہے ہیں۔ ریکارڈ بیچنے والی کمپنیاں اور عام کمپنیوں کی غرض کاروبار چلانے اور روپیہ کمانے کی ہے وہ ایسے راستے اختیار کرتی ہیں جو راستہ بھٹکنے والوں کو منزل کی طرف لے جانے کی بجائے خود بھی گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اور اپنے ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو قربان کر رہے ہیں۔ نشرگاہ ایک ایسا ادارہ ہے جہاں سے بہت کچھ توقع کی جا سکتی ہے لیکن اس ادارہ سے بھی کسی نوع کی کامیابی کی امید رکھنا بے فائدہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر فن کار اپنی پسند کے موافق جو کچھ رٹے بیٹھے ہیں اسی کو دہراتے رہتے ہیں۔ ان میں نہ تو جدت کو قبول کرنے کا مادہ ہے اور نہ سیکھنے کا شوق۔ ان کی سستی شہرت انہیں نچلی ہوئی جھیلوں کے گرد گھماتی ہے اور وہ اس چکر سے نکلنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ فن کاروں کی ساخت بدلی جائے۔ اس لئے ایک حد تک ان کو شعور کے کلام کی طرف متوجہ کیا جا سکتا ہے۔ ہندوستان کے نشری اداروں کی کوششوں سے اب ان میں یہ احساس پیدا ہو چلا ہے کہ ان کے رٹے ہوئے کلام کی فرسودگی اب حرف بازاری حلقوں کا ساتھ دے سکتی ہے۔

شوقین فن کار

حیدرآباد میں شوقین فن کاروں کی بہت کمی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف ذوق و شوق کے علاوہ کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے جہاں اس فن کی تعلیم حاصل کی جا سکے۔ اس لئے اکثر شوقین فن کار اس فن کو سیکھ کر اس میں مہارت پیدا کرنے کے بجائے "سستی شان چیزوں" کی نقل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض ایسے عام شہری موجود ہیں جو محض ذوقی طور پر ایک حد تک وہ کچھ کر سکتے ہیں لیکن جب انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کی آواز بہت زیادہ ترش ہو رہی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا حوصلہ پست ہو گیا۔ سرو شوقین فن کار جن کو شناسائی یا دوستی کی بنا پر گانے کا موقع ملتا ہے لیکن جب ایک بھی غیر معمولی صورت نظر آتی ہے تو شرم یا جھجک سے بے ہنر کر چھپانے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی جھجک دور ہونے نہیں پاتی اور وہ اپنے فن کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔ اگر جہاں ذرائع محدود ہوتے تو یہ نشرگاہ کو شوقین فن کاروں کے لئے ایک مرکزی ادارہ بنانے کی کوشش کرتے تاکہ کچھ دنوں بعد اس کے ذریعہ شوقین فن کار نہ صرف علمی اور فنی معلومات حاصل کریں بلکہ اپنے ترقی پذیر اکتساب کا مظاہرہ کرنے کے لئے آگرہ فون کے سامنے آئیں۔ اس خصوص میں صراحت بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور کیا جا رہا ہے کہ فرصت کے اوقات میں شعبہ موسیقی کے کارکن شوقین فن کاروں کو تھوڑی بہت تربیت دے کر نشرگاہ کے معیار پر لانے کی کوشش کرتے ہیں اس تربیت سے ان کے پروگراموں کی دلچسپی بڑھتی ہے اور فنی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

پیشہ ور فن کار

نشرگاہ نے ان تمام مقامی فن کاروں کی خدمات حاصل کی ہیں جن میں گانے کی صلاحیتیں پائی گئیں۔ اور جو ہمارے مجوزہ معاوضے اور اقرار نامے کی شرطوں کو قبول کر سکے۔ نشرگاہ کے کارکن ہمیشہ اس کھوج میں رہتے ہیں کہ نئے لیکن اچھے مقامی فن کاروں کی خدمات حاصل ہو سکیں اچھے مقامی فن کاروں کے ساتھ ساتھ پروگرام کی بہتری اور تنوع کی خاطر بیرونی فن کاروں کو طلب کیا جاتا ہے۔ اپنے معاوضہ کے مد نظر کم خرچ نظر آتے ہوئے پروگرام کو دلچسپ بلند معیار اور بہتر بنانے میں اگرچہ کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن ایک ایسی صورت اختیار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو ہمیں بھی الجھاؤ میں مبتلا نہ کرے۔ اور سننے والوں کے لئے بھی باعث دلچسپی ہو۔ ان فن کاروں کے علاوہ نشرگاہ کے کارکنوں اور فن کاروں نے بھی بعض وقت پروگرام میں حصہ لیا۔ بیرونی فن کاروں کی وجہ سے پروگرام میں تنوع پیدا ہونے کے علاوہ خود سننے والوں کو نئے قسم کے گانوں اور ان کے انداز نشر کا علم ہوا اور مقامی فن کاروں کو بھی استفادہ کا موقع ملا۔ بیرونی معیاری فن کاروں کے گانوں سے مقامی فن کاروں کی تربیت ممکن ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے نشرگاہ حیدرآباد مقامی اور نوخیز فن کاروں کے لئے تعلیم اور تربیت گاہ ذریعہ ہے۔



حکومت ہند کی جدید غذائی پالیسی

کاشتکاروں سے راست غلہ کی خریداری

نئی دہلی ۱۰ ستمبر۔ گذشتہ غذائی کانفرنس کے بعد سے دہلی، شملہ، لاہور، کلکتہ میں جو مباحث ہوئے جن میں بنگال اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی حالیہ قحط سے متعلق تجاویز آ گئی ہیں ان تمام کا نتیجہ متعدد تجاویز کی شکل میں ظہور پذیر ہوا ہے جن پر تیسری غذائی کانفرنس میں غور کیا جائے گا جو یہاں منعقد ہونے والا ہے۔ فوری اور تفصیلی میعادی ضروریات پورے ہونے کی غرض سے ان تجاویز میں ایک تجویز یہ بھی ہے کہ متحدہ اقوام سے امداد کی اپیل کی جائے۔ خاص کر آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ سے ہندوستان کو غذائی اجناس دینے کی خواہش کی جائے گی دیگر تجاویز میں ایک غذائی اجناس کا محفوظ ذخیرہ بھی شامل ہے جو کئی لاکھ ٹنوں پر مشتمل ہوگا۔ ذخیرہ حکومت ہند کی جانب سے قائم کیا جائے گا زیادہ سختی سے قیمتوں پر نگرانی اور ایک لاکھ سے زیادہ آبادی والے جملہ شہروں میں راشن بندی ... اور مرکزی حکومت کو سارے ملک میں ایک مشترکہ غذائی پالیسی کو چلانے کے کل اختیارات بنیادی لائحہ عمل کے تحت سے صوبہ جات اور ریاستوں میں کوئی تنازعہ رونما ہونے کی صورت میں اس کا تصفیہ کرنے کی غرض سے ایک ثالثی عدالت کا قیام اور بنیادی لائحہ عمل کے تحت بلاراست کاشتکاروں سے غلہ کی خریداری یہ تمام دیگر تجاویز ہیں۔ (ا۔پ)

غذائی اجناس کی خریداری

صوبوں اور ریاستوں کو حکومت ہند کی ہدایات

نئی دہلی ۵ ستمبر۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حکومت ہند کے محکمۂ غذا نے ملک میں غذائی اجناس کی رسد کو ممکنہ حد تک بہتر طریقہ پر رکھنے اور ان کی تقسیم عمل میں لانے کی غرض سے تمام صوبوں اور ریاستی حکومتوں سے یہ خواہش کی ہے کہ وہ اپنی خریداری کے انتظامات کو مکمل اور بہتر بنائیں۔ تاکہ وہ آئندہ دو موسموں میں زیادہ سے زیادہ اجناس کو اپنے کنٹرول میں لے سکیں۔ (ا۔پ)

حالات بعد از جنگ

(بقیہ صفحہ اول)

سال ابھی اسی میں صرف ہو گئے کہ شکست خوردہ قوموں کو کیا سزا دی جائے۔ اور اسی سلسلہ میں جو جو انقلابات یورپ کی حکومتوں میں ہوئے وہ کبھی فراموش نہیں کیے جا سکتے۔ سب سے پہلے زار کی حکومت ختم ہوئی اور کامل تین سال کی خونریزی و بدامنی کے بعد روس سوسائٹی کو نظام نئی حکومت کی تعمیر میں کامیاب ہو سکا۔ ترکی کی شاہی حکومت بھی اسی زمانہ میں ختم ہوئی اور قبل اس کے کہ ۱۹۲۳ء میں اتحادیوں سے صلح ہوتی ترکی قوم کو جن صبر آزما منزلوں سے گزرنا پڑا وہ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔ ہنگری کے خونریز انقلابات بھی ابھی زمانہ کی یادگار ہیں اور کہا جاتا ہے کہ خود جنگ سے ہنگری کو اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا جنگ کے بعد اس کی خونریزی اور خانہ جنگی سے۔ جرمنی حکومت کے انقلاب کا بھی یہی زمانہ تھا اور اسی زمانہ کی خونخوار یادگار ہٹلر کا وجود ہے۔ بہر حال جنگ کے بعد پانچ سال کا زمانہ ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۳ء تک تو اسی آپا دھاپی میں گزرا اور جتنی مصیبتیں نظام حکومت کے درہم برہم ہو جانے سے انسان کو پہنچ سکتی ہیں وہ سب ان ممالک کے انسانوں کو برداشت کرنا پڑیں۔ اس کے بعد ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۹ء تک کا وہ زمانہ تھا جو یورپ کی قدیم حکومتوں کی تخریب اور جدید اور نئے اصول پر نئی نئی حکومتوں کے قیام میں صرف ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں بھی کسی کو ذہنی سکون نہ مل سکتا تھا اور چاروں طرف اضطراب برپا تھا کہ دیکھئے کل روس کی قسمت کا فیصلہ کن اصول میں دیا جاتا ہے۔ یہ زمانہ ختم ہوا تھا کہ اس سے زیادہ نازک دور (Depression) کا شروع ہوا جس میں اقتصادیات کی تباہی اور مالیات کے عدم توازن کی وجہ سے صنعت و حرفت، سیاسیات، تجارت، معیشت و معاشرت سب کا نظام درہم برہم ہو گیا اور سرمایہ دار سے لیکر مزدور تک سب ایک کشتی پر سوار نظر آنے لگے جو ڈوبنے کے لیے ہچکولے کھا رہی تھی اور تمام دنیا کا سہارا ٹوٹ چکا تھا۔ یہ زمانہ پورے چھ سال کا تھا جو ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۵ء تک قائم رہا۔ ضرورت تھی کہ جسم اور روح کی خستگی دور کرنے کے لیے کم از کم ایک چوتھائی صدی نصیب ہوتی لیکن جنگ سے پانچ سال گزرے تھے کہ ۱۹۳۹ء میں پھر لڑائی شروع ہو گئی اور انسان ان حوادث بلکہ ان سے زیادہ مصائب جھیلنے پر مجبور ہو گیا جن سے خدا کرے کہ دنیا جلد آزاد ہو اور جو حالت کبھی نہ پہنچیں مگر جو پچھلی لڑائی میں ہوا تھا وہی پھر ہمارے سامنے آ گیا اور ہم کو اس جنگ کے بعد پھر انہیں دشواریوں کے جھیلنے کے لیے آمادہ رہنا چاہئے جو اس سے پہلے جھیلیں جا چکی ہیں۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں عام طور پر لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ جیتنے والی قومیں نقصان میں نہیں رہتیں اور نقصان صرف ہارنے والے ملکوں کو ہوتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں اور اس کا سب سے بڑا ثبوت ہمیں پچھلی جنگ کے نتائج سے ملتا ہے۔ پچھلی لڑائی میں شریک ہونے والی قوموں کی تقسیم ہر چند دو ہی فریق میں ہو سکتی ہے لیکن اسباب و مقاصد کے لحاظ سے جس طرح پہلے برطانیہ اور جرمنی ایک دوسرے کے فریق تھے اسی طرح اب بھی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ پہلے برطانیہ نے ایک خاص مقصد حاصل کرنے کے لیے جنگ کی تھی اور اب اس سے اور زیادہ انتقام پیدا کرنے کے لیے لڑ رہا ہے۔

پچھلی لڑائی کے بعد جب تمام باتوں کا جائزہ لیا جا چکا اور حساب فہمی کا وقت آیا تو جنرل سمٹس نے اپنی یادداشت میں جو مسٹر چرچل وار کیبنٹ کے سامنے پیش کی تھی، صاف صاف ظاہر کر دیا تھا کہ ہماری جنگ کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ جرمنی کا استعماری شیرازہ بکھیر کر تباہ کر دیا جائے تاکہ حکومت برطانیہ کے تمام ذرائع آمد و رفت محفوظ رہیں اور یہ مقصد ہم کو حاصل ہو گیا ہے۔ دوسرا مقصد اس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ سلطنت ترکی کے تمام وہ حصے چھین لینا چاہئے جہاں سے جرمنی کو مشرق بعید تک پھیلنے کا موقع مل سکتا ہے اور اس لڑائی سے ہمارا یہ مقصد بھی پورا ہو گیا ہے۔ جنرل سمٹس کے بیان سے پچھلی جنگ کے اسباب و مقاصد اور اس کے نتائج پر کافی روشنی پڑتی ہے لیکن اگر ہم اس بیان کے پہلے ٹکڑے کو جو کسی حد تک صحیح تسلیم کر لیں تو بھی یہ بحث بدستور اپنی جگہ قائم رہتی ہے کہ آیا اس کا دوسرا ٹکڑا درست ہے یا نہیں۔ یعنی جس نتیجہ پر اطمینان ظاہر کیا جاتا ہے وہ واقعی قابل اطمینان تھا یا نہیں۔ ممکن ۱۹۳۹ء سے پہلے رہا ہو لیکن موجودہ جنگ اس کی تردید کرتی ہے کچھ شک نہیں کہ جس کو پچھلی جنگ کا کامیاب نتیجہ کہا جاتا ہے غالباً موجودہ جنگ کی محرک ہے۔

کہا جاتا ہے کہ موجودہ جنگ دو اصولوں کی جنگ ہے یعنی ایک طرف ڈیموکریسی ہے اور دوسری طرف نازیت۔ اور اگر کامیابی ڈیموکریسی کے حامیوں کو ہوئی جس کی توقع کی جاتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا کا آئندہ نظام ڈیموکریسی کے اصول پر استوار نہ کیا جائے۔ یقیناً یہ خیال بہت امید افزا ہے لیکن سیاسی اصطلاحات وضع کرنے والوں نے اس کے مفہوم میں کچھ غیر معمولی لچک رکھی ہے کہ اس وقت تک ہمارے سامنے ڈیموکریسی کی کوئی مخصوص ہیئت و صورت موجود نہیں ہو سکتی کہ مثلاً ایک بے غرض دیدہ ور ناقص ہے کہ اس نے نازیت کی حقیقت صاف صاف بیان کر دی اور دنیا اس سے ڈرنے لگی ورنہ شاید ہم کو اس کے بھی صحیح مفہوم سے آگاہی نہ ہوتی اور نازیت کے نام پر بھی ہم کو دھوکا دیا جا سکتا۔ اس لیے جنگ کے بعد جس عہد نو اور نظام جدید کی بشارت ہم کو دی جاتی ہے اس کے متعلق ہم کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا نصب العین کیا ہے۔ یعنی حکومت ایک ایسی چیز ہے جس کو تعلق اخلاق و انسانیت سے ہے یا محض مادی ترقی کے لیے باہمی کشاکش ہے۔ اس میں کوئی خصوصیت ایسی ہے یا نہیں کہ بلا امتیاز نسل و رنگ ہر قوم کی آزادی کو عملاً تسلیم کرے بلکہ اس میں جگہ مل سکے۔ واقعی اس میں کوئی گنجائش ایسی ہے یا نہیں کہ ہم خود اپنے حالات کے لحاظ سے اپنی اصلاح کی تدابیر عمل میں لا سکیں۔ اگر ایسا ہے تو کون ہے جو ڈیموکریسی کا حامی نہ ہوگا لیکن جب تک عمل کا وقت نہ آئے ہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دنیا کا آئندہ نظام خواہ ڈیموکریسی ہو یا اس سے بھی زیادہ اشتراکیت [illegible]۔ دنیا میں پائیدار امن و سکون صرف اسی طرح قائم ہو سکتا ہے کہ وہ بین الاقوامی اقتصادی و مالی مسائل سلجھانے میں انسانیت کے تقاضے نہ بھولے اور آزادی تجارت و انفرادی صنعت کے حقوق تسلیم کرنے کے جو دو بڑی مسابقت کے ذریعہ کو کم کر کے قناعت کی حد تک کھینچ لائے اور اگر وہ ڈیموکریسی کے حامی نے فراخی کی کوئی صورت ابھی پیدا کر دی تو ہر چند یہ اس کی طرف سے بالکل پہلی ترقی ہو گی لیکن ایسی زبردست کہ غالباً اس کے بعد پھر کسی اور قربانی کی ضرورت نہ پڑے۔

مشہور ہے کہ موجودہ جنگ کی بنیاد معاہدہ ورسائی کی تکمیل کے وقت ہی رکھ دی گئی تھی۔ لیکن اس کا سبب صرف یہ تھا کہ اتحادیوں نے جرمنی کے ٹکڑے کر کے اس میں شدید جذبہ انتقام پیدا کر دیا تھا جو ہٹلر کی صورت میں نمودار ہوا۔ بلکہ بڑا سبب یہ تھا کہ اتحادیوں نے جرمنی کو سزا دینے یا زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کی تمنا میں اس حقیقت کو بھی پس پشت ڈال دیا تھا کہ جس شکنجہ میں وہ دشمن کو کس رہے تھے اس میں خود ان کا دامن بھی پھنسا ہوا تھا اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس وقت وہ اس شکنجہ کو پوری طرح کس چکے تو ان کا طلسم بھی ٹوٹ چکا تھا اور اسی بنا پر میں نے کہا کہ موجودہ زمانہ کی لڑائیاں فتح و شکست کی سطح سے بہت بلند ہو گئی ہیں اور جب واقع ہوتی ہیں تو ان میں مفتوح و فاتح کا امتیاز باقی نہیں رہتا۔

پچھلی جنگ میں مفتوح قوموں کو تو تباہ ہونا ہی تھا اور جرمنی یہاں تک کہ آخر ہنگری کے حال پر امریکہ کو رحم نہ آتا تو شاید وہاں کی ساری آبادی فاقہ کر کے مر جاتی۔ اسی طرح جرمنی کی حالت اتنی نازک ہو گئی کہ مارک کی قیمت گرتے گرتے صفر تک پہنچ گئی اور دو ارب پونڈ کا تاوان وصول کرنے کے لیے اتحادیوں کو خود کروڑوں پونڈ کا قرض اسے دینا پڑا تاکہ اس کی صنعت و تجارت تباہ نہ ہو اور وہ تاوان ادا کر سکے لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ یہ کہ جرمنی کی اقتصادی حالت تو سنبھل گئی لیکن نہ اس سے تاوان جنگ وصول ہوا نہ قرض بلکہ اس کے برعکس اتحادی خود مالی مشکلات میں مبتلا ہو گئے اور فتح و کامرانی کا سارا نشہ کرکرا ہو گیا۔

پچھلی لڑائی میں کامیاب فریق سب سے زیادہ نمایاں افراد برطانیہ اور امریکہ تھے اور ہونا بھی یہی تھا کہ انہیں کو زیادہ فائدہ اٹھانا چاہئے لیکن یہ کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ باوجود فتح و کامرانی کے وہ غیر معمولی مشکلات میں مبتلا ہو گئے۔

پچھلی لڑائی کے بعد جس وقت صلح نامہ پر فریقین کے دستخط ہو چکے تو برطانیہ کے ہر فرد کو یقین تھا کہ برطانیہ کو قبل از جنگ جو حیثیت دنیا کے سب سے بڑے دولت مند ملک ہونے کی حاصل تھی وہ بدستور قائم رہے گی اور چار سال کی لڑائی نے قومی دولت کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے وہ بہت جلد پورا ہو جائے گا۔ مسرت کی ایک لہر تھی جو سارے ملک میں دوڑ گئی تھی اور لوگ جنگ کی ہولناکیوں [illegible] بے دریغ صرف کر رہے تھے [illegible] کا اثر وہاں کی تجارت پر اچھا پڑنا چاہئے تھا اور پڑا لیکن وہ ایک سال بھی ختم نہ ہوا تھا کہ حقیقت کی تلخیاں محسوس ہونے لگیں۔ [illegible] سب سے پہلی چیز بے روزگاری کی تھی جتنے کام کرنے والے تھے وہاں موجود رہے لیکن ان کے لیے کوئی کام نہ تھا۔ یہاں تک کہ جنوری ۱۹۲۱ء تک بے روزگاروں کی تعداد وہاں دس لاکھ تک پہنچ گئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ برطانیہ کے تمام ذرائع آمدنی بہت محدود ہو گئے تھے [illegible] صنعتی اشیاء کی برآمد [illegible] کی آمدنی کا بڑا ذریعہ تھا۔ لیکن جو ممالک کے صنعتی ادارے جنگ کے زمانہ میں خود کافی ترقی کر چکے تھے اس لیے برطانوی مصنوعات کی کھپت وہاں بہت کم ہو گئی۔ جاپان، ہندوستان میں [illegible] فتح [illegible] تھے اور جرمنی نے تاوان جنگ کے سلسلہ میں فرانس کو [illegible] فراہم کر دیا تھا کہ فرانس نے [illegible] بالخصوص [illegible]

سونے چاندی اور ہنڈی کے ہاتھ فروخت کیے اور اس طرح برطانیہ اپنے کوئلے کی پیداوار سے بھی کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا۔ بیکاری کی کمی کے ساتھ مزدوروں کی آمدنی بھی کم ہوئی اور اس سے صنعت جہاز سازی کو اتنا نقصان ہوا کہ ۱۹۳۲ء تک دو تہائی حصہ گودیوں میں کام کرنے والوں کا بیکار ہو گیا۔ انہیں نقصانات کے ساتھ ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ جو روپیہ دوسرے ملکوں میں پھیلا ہوا تھا وہ بھی مارا گیا، یعنی ایک بڑی رقم قرضہ کی جو زار کی حکومت کو دی گئی تھی اس کے ادا کرنے سے بالشویک حکومت نے انکار کر دیا۔ ایک تیسری مصیبت اور بھی تھی وہ یہ کہ انگلستان لڑائی کی وجہ سے خود امریکہ کا بہت مقروض ہو گیا تھا اور گو برطانیہ نے اس بات کی کوشش کی کہ امریکہ اس قرض کو معاف کر دے لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی اور ۹۲۳ ملین پونڈ امریکی قرض بالاقساط ادا کرنا ضروری ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ رقم ٹیکس ہی سے وصول ہوتی تھی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ یہاں کی صنعت اس دباؤ کے پڑنے سے زیادہ خراب ہو گئی اور اشیاء کی قیمت میں اضافہ ہو گیا۔ ان تمام گتھیوں کو سلجھانے کے لیے وہاں وزارتوں میں بھی انقلاب ہوا، معیاری سکہ بھی چاندی سے سونے میں تبدیل کیا گیا۔ لائڈ جارج نے انشورنس کی اسکیم کو بھی بہت وسیع کر دیا لیکن اقتصادی و معاشی توازن کسی طرح درست نہ ہوا۔ اس وقت کے حالات کے لحاظ سے ضروری تھا کہ صنعتی اداروں کی از سر نو تنظیم کی جائے اور طبقہ عمال کی اجرت کو کم کیا جائے لیکن اس سے وہاں کے مزدور متفق نہ ہوئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئلے کی کانوں کے مزدوروں نے جو تعداد میں بہت زیادہ تھے کام کرنا چھوڑ دیا۔ یہ اسٹرائک صرف تین مہینے تک جاری رہا لیکن اتنی ہی مدت میں انگلستان پر قیامت گزر گئی اور جو پریشانیاں جنگ کے زمانہ میں نہ دیکھی تھیں یہاں سے جنگ میں کامیاب ہونے کے بعد دیکھنا پڑا۔ ۱۹۲۶ء کو مزدوروں کا دفعتاً کام چھوڑ دینا معمولی بات نہ تھی۔ ہر وقت ان کی طرف سے بدامنی کا اندیشہ تھا اور سلطنت میں نقل و حرکت کا یہ عالم تھا گویا وہ کسی دشمن کا حملہ روکنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس اسٹرائک سے برطانیہ کو بیس کروڑ پونڈ کا نقصان پہنچا اور اس کے ساتھ صنعتی اداروں کی تنظیم کا مسئلہ بھی التوا میں پڑ گیا۔ اس کے بعد جب ریمزے میکڈانلڈ کی لیبر گورنمنٹ برسر اقتدار آئی تو لوگوں کو توقع ہوئی کہ شاید حالات درست ہو جائیں گے لیکن یہ توقع پوری نہ ہوئی۔ بنک آف انگلینڈ نے ۱۲۰ ملین پونڈ امریکہ و فرانس سے قرض لیے اور ایک مہینہ کے اندر ہی اندر یہ رقم ختم ہو گئی۔ اس کے بعد پھر ۸۰ ملین پونڈ طلب کیے گئے لیکن امریکہ نے صاف کہہ دیا کہ جب تک انگلستان اپنے بجٹ میں توازن نہ پیدا کرے گا مزید قرض نہ دیا جائے گا۔ انہیں اس پر فیصلہ کیا گیا کہ مزدوروں میں کمی کر کے [illegible] ملین پونڈ کی بچت دکھائی جائے۔ لیکن ریمزے میکڈانلڈ نے یہ سمجھ کر کہ اس کے ساتھی [illegible] اس پر راضی نہ ہوں گے استعفا دے دیا۔ اس کے بعد خیال تھا کہ پھر کنزرویٹو وزارت برسر اقتدار آئے گی لیکن کنگ جارج نے پھر ریمزے میکڈانلڈ ہی کو وزیر اعظم بنایا اور انھوں نے ایک (نیشنل گورنمنٹ) گورنمنٹ بنانے کی کوشش کی اس سے مقصود برطانوی حکومت کی ساکھ کو قائم رکھنا تھا لیکن یہ خاک کب تک کام دیتا۔ بنک آف انگلینڈ غیر ملکی مطالبات پورا کرنے سے پہلے ہی عاجز تھا اور اب اس کی دشواریاں بہت زیادہ ہو گئیں۔ آخر کار طلائی سکہ کا معیار بدل کر پھر چاندی کا کیا گیا جس کی پیروی یورپ و ایشیا کے اور بہت سے ملکوں نے بھی کی۔ یہاں تک کہ ۱۹۳۱ء میں اس اقتصادی (depression) نے بہت بھیانک صورت اختیار کر لی اور اشیاء کی قیمت گھٹ کر اس حد تک پہنچ گئی کہ صنعت و تجارت کا نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا۔

یہ تھا مختصر سا حال جنگ کے بعد اس ملک کا جسے لڑائی میں نمایاں کامیابی ہوئی تھی اور جسے دنیا کی سب سے بڑی اور نہایت دولت مند سلطنت ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اب اس کے ساتھ امریکہ کا حال بھی سنیے۔ جب ۱۹۱۴ء میں لڑائی شروع ہوئی تو امریکہ غیر جانبدار تھا اور یورپ کی قومیں لڑ رہی تھیں اور یہ ان کے لیے غذا، کپڑا اور سامان جنگ فراہم کر کے ان کی دولت سمیٹ رہا تھا۔ کامل ڈھائی سال تک اس کی غیر جانبداری قائم رہی اور اس مدت میں وہ دنیا کے تمام اہم بازاروں پر چھا گیا۔ جب ۱۹۱۷ء کے آخر میں وہ شریک جنگ ہوا تو اس کی مالی حالت یہ تھی کہ تین ارب ڈالر اسے دوسرے ملکوں کو دینا تھے اور دس ارب ڈالر لینا تھے۔ گویا سات ارب ڈالر کا نفع وہ اس جنگ سے حاصل کر چکا تھا۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو جن کارخانوں میں سامان حرب تیار کر رہے تھے وہ دوسرے مصنوعات کے لیے وقف ہو گئے اور امریکہ کی دولت بہ آسانی بڑھتی رہی۔ موٹر کار، ریڈیو، سینما فلم اور اسی طرح کی دوسری تمام صنعتوں کو اتنی غیر معمولی ترقی ہوئی کہ امریکہ سے باہر افریقہ، ایشیا اور جنوبی امریکہ کے بازار ان امریکی مصنوعات سے پٹ گئے۔ یورپ کو اس نے خام پیداوار مثلاً روئی، گیہوں، تانبا اور تیل فراہم کیا اور اس کے عوض میں زیادہ تر یہاں کی (Securities) حاصل کیں اور اس طرح وہ جرمنی، یوگوسلاویہ اور رومانیا کی کمپنیوں میں حصہ دار بھی ہو گیا۔ الغرض امریکہ نے اتنا کمایا کہ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا اس دولت کو کس طرح صرف کرے۔ اس وقت ان کے پاس چار ارب پچاس کروڑ ڈالر قیمت کا سونا موجود تھا جسے وہ بازار میں بھی نہ لا سکتے تھے کیونکہ اس طرح اشیاء کی قیمت بہت گر جاتی اور ملک کا اقتصادی نظام درہم برہم ہو جاتا۔ آخر کار انھوں نے سٹہ بازی کی اور ایسی کمپنیوں میں جن کا مستقبل کامیاب نظر آتا تھا روپیہ لگانا شروع کیا اور لاکھوں آدمی اسٹاک ایکسچینج پر قسمت کی بازی لگانے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کمپنیوں کے حصوں کی قیمت بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کہ خریداروں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب ان سے فائدہ کی کوئی امید نہیں اور انھوں نے پھر اپنے حصے بیچنے شروع کیے۔ اس طرح وہاں کی مالیات میں ایک تلاطم پیدا ہو گیا لیکن لوگوں نے پھر خریدا اور پھر فروخت کیا۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۹ء کی وہ ساعت آ گئی جس کا آنا ضروری تھا اور دفعتاً ایک ہفتہ کے اندر باشندگان امریکہ کو ۳۰ ارب ڈالر کا خسارہ برداشت کرنا پڑا اور دیوالیے پر دیوالیے نکل رہے تھے، خودکشی پر خودکشی ہو رہی تھی اور حکومت حیران تھی کہ کیا کرے۔ بیشتر امریکہ میں بیکاروں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی لیکن بیکاری یہ تھی کہ ایک طرف یورپ کی حکومتیں [illegible] لگا کر امریکی مصنوعات کو اپنے بازاروں میں آنے سے روک رہی تھیں اور دوسری طرف مشرق [illegible] کی قیمت گر جانے سے اس قابل نہ رہا تھا کہ امریکہ کی مصنوعات کو خرید سکے۔ امریکہ نے اس امید پر کہ جنگ کے بعد کا زمانہ غالباً خوش حالی کا زمانہ ہوگا مصنوعات کی تیاری اور ملک کی خام پیداوار بڑھانے کے لیے بے دریغ روپیہ صرف کر دیا تھا اور جب اس امید کی تکمیل کا زمانہ آیا تو معلوم ہوا کہ دنیا اس کی چیزوں کو اصل لاگت پر بھی خریدنے کے لیے آمادہ نہیں اور اس طرح ۱۹۳۱ء و ۱۹۳۲ء میں امریکہ کی مالی حالت اتنی سقیم ہو گئی کہ شاید ہی کوئی اور ملک اتنی بری طرح دیوالیہ ہوا ہو۔

آپ نے دیکھا کہ پچھلی جنگ کے بعد برطانیہ اور امریکہ دونوں کن مشکلات میں مبتلا ہوئے حالانکہ کہنے کو ان میں سے ہر ایک فاتح تھا اور ہر ایک کے پاس ایسے قوی ذرائع موجود تھے کہ وہ مغلوب قوموں کی پامالی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

بات یہ ہے کہ آج کل کی متمدن دنیا زندگی کے جس دور سے گزر رہی ہے وہ سخت بحرانی دور ہے اور دولت کے استعمال و دوران کے توازن کو بالکل درہم برہم کر دیا ہے۔ پچھلی لڑائی کے بعد ہی چند سال تک دنیا کو چین نہ ملا اور موجودہ جنگ کے چند سال بعد آنے والے اس سے بھی بہتر نہ ہوں گے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت مصائب کا شکار کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے لیکن جس حد تک ہمارے ملک کا تعلق ہے ہمیں کچھ روشنی امید کی بھی نظر آتی ہے۔

موجودہ جنگ سے ہندوستان کو کوئی اور فائدہ پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو لیکن اس سے انکار ممکن نہیں کہ اس کے صنعتی ملک ہونے کی داغ بیل ضرور پڑ گئی ہے۔ جنگ سے پہلے یہاں کی صنعتی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ ہم ایک سوئی کے لیے بھی دوسروں کے محتاج تھے اور اب یہاں اسباب جنگ کی تیاری کے سلسلہ میں اتنے صنعتی ادارے قائم ہو چکے ہیں اور اتنی بڑی بڑی مشینیں یہاں تیار ہونے لگی ہیں کہ اگر جنگ کے بعد نظام جدید کے سلسلہ میں انہیں اداروں کو غیر حربی مصنوعات کے لیے وقف کر دیا جائے تو ہندوستان چند سال میں بہت کچھ ترقی کر سکتا ہے لیکن یہاں بھی ترقی کا نام لیتے ہوئے ڈرتا ہوں کیونکہ اگر ہندوستان نے بھی مغرب ہی کے نقش قدم پر چل کر ترقی کی تو یہ کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ ایک کثیر آباد ملک ہونے کی وجہ سے وہ مادی ترقی سے کہیں زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ کہا جاتا ہے کہ جس طرح سولہویں صدی اسپین کی، سترھویں اٹھارویں صدی فرانس کی اور انیسویں صدی برطانیہ کی تھی اسی طرح بیسویں صدی امریکہ کی ہے لیکن امریکہ کا حال ابھی آپ نے سن لیا کہ ترقی کا مفہوم وہاں کیا ہے اور ہماری مشرقی ذہنیت کے لحاظ سے کتنی خوفناک۔

اس میں شک نہیں کہ پچھلے تلخ تجربوں نے ساری دنیا کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ موجودہ جنگ کے ساتھ موجودہ نظام کو بھی ختم ہونا چاہیے لیکن افسوس ہے کہ جن زاویوں سے اس مسئلہ پر غور کیا جا رہا ہے وہ ہمارے لیے زیادہ امید افزا نہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم خود اپنے حالات اور اپنی ضروریات کے لحاظ سے اپنی زندگی کی نئی راہیں متعین کریں اور ہر ایسے نظام کو قبول کرنے سے احتراز کریں جو ہمیں دولت مند تو بنا سکتا ہے لیکن انسان نہیں بناتا۔

آئینِ مجالسِ بلدی وقصبات

حیدرآباد اور آبادیات، دیکھ جدید جو غیر معمولی کے ذریعہ آئین مجالس بلدی و قصبات کی اشاعت عمل میں آئی ہے۔ یہ آئین شہر اضلاع بلدیہ جات اور دیگر دیہات میں بلدی و قصباتی مجالس کی تشکیل و قیام اور ان کے فرائض و اختیارات کی ترتیب و تشریح سے متعلق ہے۔ اسی آئین کے ذریعہ دستوری اصلاحات کی اسکیم کے تحت مقامی حکومت کے ادارات کے ارتقاء کی جانب ایک اہم قدم اٹھایا گیا ہے۔

یاد ہوگا کہ کمیٹی اصلاحات نے یہ سفارش کی تھی کہ پندرہ ہزار اور اس سے زیادہ آبادی رکھنے والے تمام قصبات اور اضلاع کے مستقروں میں بلدی مجالس قائم کی جائیں اور پانچ ہزار سے زائد اور پندرہ ہزار سے کم آبادی رکھنے والے قصبات میں مقامی مجالس کا قیام عمل میں لایا جائے۔ گورنمنٹ نے اس سفارشات سے اتفاق کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ بلدی مجلس کے لیے نیز ارکان کی تعداد میں کی سفارش اختیار کیے جانے کی حق ناکافی ہے کیونکہ اس قدر محدود رکنیت کی وجہ سے مختلف مفادات کی ایسی نمایندگی حاصل کرنا ممکن نہ ہوگا جو عوام کی خواہشات اور ضروریات کو متعین کرنے اور حکومت کے ساتھ ان کے اہم مفادات کا موثر اشتراک حاصل کرنے کے لیے ضروری ہو۔ چنانچہ اس کی تجویز یہ تھی کہ کوئی بلدی مجلس علاوہ صدر مجلس کے چودہ ارکان سے کم پر مشتمل نہ ہو اور منتخب شدہ و نامزد شدہ ارکان کا تناسب قریب قریب پانچ اور تین کا ہو جو کہ کمیٹی اصلاحات کے مجوزہ تناسب سے کسی قدر زیادہ ہی ہے۔

آئین کی رو سے یہ قرار دیا گیا کہ سرکار عالی بذریعہ اعلان ہر ایسے مقام کو جس کی آبادی پندرہ ہزار یا اس سے زیادہ ہو بلدیہ اور ہر ایسے قصبہ کو جس کی آبادی دس ہزار یا اس سے زیادہ ہو قصبہ قرار دے سکیں گے۔ خاص حالات میں سرکار عالی ایسے قصبہ کو بھی بلدیہ یا چھوٹے قصبہ قرار دے سکیں گے جس کی آبادی مقررہ حد سے کم ہو۔ سرکار عالی کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ بلدیہ یا چھوٹے قصبہ سے متعلق رقبوں کو محدود کریں یا بعض رقبوں کو ان میں شامل کریں اور درست میں اس کا مواد کیا گیا ہے کہ بلدیہ یا چھوٹے قصبہ کی تشکیل عمل میں آنے تک عارضی مجالس نامزد کی جا سکیں تاکہ ادارات مقامی حکومت کے فرائض انجام پاتے رہیں۔

مجالس کی ترکیب

ہر بلدی مجلس بہ حیثیت عہدہ ایک صدر نشین (جو قصبہ کے مستقر ضلع ہونے کی صورت میں دوم تعلقدار ہوگا) چند منتخب شدہ اور چند نامزد شدہ ارکان پر مشتمل ہوگی۔ نامزد شدہ ارکان میں چار سرکاری اور پانچ غیر سرکاری ارکان ہوں گے۔ خاص صورتوں میں سرکار عالی منتخب شدہ اور نامزد شدہ ارکان کے پانچ اور تین کے تناسب میں کوئی قابل لحاظ تبدیلی کیے بغیر ان کی تعداد میں رد و بدل کر سکیں گے۔

قصباتی مجلس بہ حیثیت عہدہ ایک صدر نشین (جو دوم تعلقدار ہوگا) پانچ منتخب شدہ اور چار نامزد شدہ ارکان پر مشتمل ہوگی۔ اگر مقامی حالات مقتضی ہوں تو سرکار عالی اس تعداد میں کمی و بیشی کر سکیں گے لیکن منتخب شدہ اور نامزد شدہ کے تناسب میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

نیابت کی بنیاد مفادات ہوں گے اور مزید براں اراضی و عمارات کے مالک و کرایہ دار صنعت و تجارت ذات تخت کا و پیشہ، وکالت و طبابت کو نمایندگی حاصل ہوگی قصباتی مجلس کے منتخب شدہ ارکان مالکان اراضی و عمارات اور عمارات کے کرایہ داروں کے حلقوں سے منتخب ہوں گے سرکار عالی مقامی اہمیت رکھنے والے کسی دوسرے مفاد کی نمایندگی کی بھی ہدایت کر سکیں گے۔ رکنیت کی مدت پانچ سال سے زیادہ نہ ہوگی اور مختلف فرقوں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کی نمایندگی مساوی رہے گی۔

مجالس کے فرائض

حکومت کی عام نگرانی کے تابع مجلس کے دیگر امور کے علاوہ پبلک راستوں پر پبلک مقامات اور عمارات میں روشنی کا انتظام کرنے، عام راستوں اور مقامات پر پانی کا چھڑکاؤ کرنے، عام راستوں، مقامات اور موریوں کی صفائی کرنے اور کوڑے کرکٹ کے دور کرنے کا انتظام کرنے، آگ بجھانے، خطرناک یا تکلیف دہ تجارتوں یا دھندوں کا انسداد یا انتظام کرنے، عام مقامات یا راستوں کی مزاحمت کو دور کرنے، مضر صحت مقامات کو صحت بخش بنانے، عام راستوں، پلوں، موریوں، ارکٹوں، سڑکوں، بندروں، دھوبی گھاٹوں، تالابوں، باولیوں اور بندوں کی تعمیر تبدیل اور نگہداشت کرنے، پیدائش و اموات کا اندراج کرنے، عوام کے لیے ٹیکہ براری کا انتظام کرنے، متعدی امراض کو روکنے کی تدابیر اختیار کرنے، ابتدائی مدارس کی عمارتوں کی تعمیر اور نگہداشت کرنے، مفوضہ سرکاری کا انتظام کرنے اور بے روزگاری کے مقررہ اعداد و شمار رکھنے کے اختیارات عطا کیے گئے ہیں۔ مجلس کے اختیار تمیزی میں سے بعض اہم اختیارات یہ ہیں۔ عام دواخانہ جات اور شفاخانوں کا قیام اور نگہداشت، عام جدید عام راستوں کی طرح اماری پبلک پارکوں، تفریحی میدانوں، کتب خانوں، نمائش گاہوں وغیرہ کی تعمیر و نگہداشت، تعلیمی مقاصد کی ترسیع و اشاعت، انجمن ہائے امداد باہمی کی ترقی اور ترغیب اور قرضہ اور افلاس کو دور کرنے کی دوسری تدابیر، گھریلو صنعتوں کا معیار اور ترقی، قحط اور خشک سالی کے زمانے میں رفاہی کاموں کا اجراء اور قیام اور زچگی خانوں اور بہبودی اطفال کے مراکز کا قیام اور نگہداشت۔

صوبہ دار (کمشنر) کو معائنہ وغیرہ کے عام اختیارات حاصل ہیں۔ اس کو یہ اختیار بھی ہے کہ وہ مجلس کے کسی ایسے حکم یا قرارداد کو معطل کر دے جس کی وجہ سے کسی امر یا باعث تکلیف عام کے پیدا ہونے یا امن عامہ میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہو۔ صوبہ دار کے ایسے حکم کے خلاف سرکار عالی میں مرافعہ ہو سکے گا۔ ناگہانی صورت میں سرکار عالی اپنے صوابدید پر کسی ایسے کام کی تکمیل کی ہدایت کر سکیں گے جو عوام کی خدمت یا حفاظت کے لیے ضروری ہو۔ اگر کوئی مجلس اپنے فرائض کی انجام دہی میں نااہل ثابت ہو یا اس سے متواتر غفلت ہوتے تو سرکار عالی ایسی مجلس کو برخاست کر کے یا تو جدید انتخاب کا حکم دے سکیں گے یا ایسی کو ایک معینہ مدت کے لیے معطل کر سکیں گے۔

مالیات

از روئے آئین ایک بلدی یا قصباتی سرمایہ قائم کیا جائے گا جس میں (الف) ایسی جملہ رقومات جو آئین مذکور کے تحت یا دوسرے طور پر حاصل ہوں (ب) ایسا کرایہ یا منافع جو جائداد اعلاف اور اوقاف سے حاصل ہو (ج) سرکاری معاوضہ کی آمدنی (د) جرمانے جو ایسے اشخاص سے وصول کیے گئے ہوں جو آئین مذکور یا اس کے تحت ذیلی قواعد کے خلاف ورزی کے مجرم قرار دیے گئے ہوں (ہ) بلدی اراضی کا معاوضہ اور دوسرے امدادیں اور (و) سرکاری امداد جمع کی جائیں گی۔

محصول بندی۔ بلدی یا قصباتی مجلس کو (الف) محصول جائداد (جس کے عاید ہونے کے بعد چونگی موقوف ہو جائے گی اور جو عمارتوں اور اراضیات کی جملہ سالانہ کرایہ کی مالیت پر زیادہ سے زیادہ فی روپیہ دو آنہ کی شرح سے عاید کیا جائے گا) (ب) محصول پیشہ (جو کہ ایسی شرح پر ایسے اشخاص پر عاید کیا جائے گا جو کسی پیشہ یا دھندے میں لگے ہوئے ہوں یا جو کوئی تجارت یا کاروبار کرتے ہوں) (ج) سواری اور جانوروں کا محصول (د) محصول باربرداری (ہ) محصول زائرین (و) پانی کا عام محصول (جو عمارات یا اراضیات کی جملہ سالانہ کرایہ کی مالیت پر زیادہ سے زیادہ فی روپیہ ایک آنہ کی شرح سے عاید کیا جائے گا) اور (ز) محصول مارکٹ عاید کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی محصول پہلی دفعہ عاید کرتے وقت سرکار عالی کی

بھی از تیس اجازت حاصل کرنی پڑے گی۔ سرکار رعائی معمولات اور فیس عاید کرنے کے متعلق قواعد مرتب کر سکیں گے اور ان معمولات اور فیس کی رو سے زیادہ مقدار یا اشیاء مقرر کر سکیں گے۔

غذائی صورت حال پر وزیر ہند کا بیان

لندن ۳۰ ستمبر۔ مسٹر امیری نے آج دارالعوام میں ہندوستان کی غذائی صورت حال کے متعلق ایک بیان دیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے ہندوستان کے بعض حصوں میں غذائی اشیاء کی رسد کی کمی کی نوعیت اور اس کے جو اسباب پہلے بیان کئے تھے وہ ابھی تک اپنی جگہ پر برقرار ہیں۔ ان اسباب میں بنگال میں چاول کی خراب فصل، برما کی برآمد کا خاتمہ، پانچ کروڑ کاشتکاروں کا اپنی پیداوار کو بازار میں لانے کے بجائے اپنے ہی پاس روک لینا اور تاجروں کا ذخیرے جمع کر لینا شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں سرمائی اور فوجی ضروریات کی بعض مشکلات اور مقامی انتظامات کی بعض ناکامیوں کا بھی ہاتھ ہے۔ متاثرہ علاقوں میں انھوں نے بمبئی اور مدراس کے بعض حصوں کو بھی شامل کیا اور بنگال کو گنا یا جہاں کا بڑا شہر کلکتہ پریشان حال کا ایک مرکز بن گیا ہے۔

حکومت بنگال جن مسائل سے دوچار ہو رہی ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے وزیر ہند نے بیان کیا کہ حکومت بنگال ایک وزارت پر مشتمل ہے جو مقامی مقننہ کے سامنے جواب دہ ہیں اور قانونی طور پر غذائی انتظامات کی ذمہ داری انہی کے سر عاید ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں وقت یہ مسئلہ پیش ہے کہ بنگال اور دوسرے مقامات کے ذرائع سے کافی رسد حاصل کر کے اسے منصفانہ طور پر تقسیم کر دے۔ صوبائی حکومت کو قانونی اختیار حاصل ہے کہ سوداگروں کے ذخائر سے فالتو مقدار حاصل کرے۔ لیکن ان اختیارات کو پورے طور سے استعمال کرنے میں اس نے دیر کی اور صوبے کو مجبوراً مرکزی حکومت کے زیر نگرانی ہونے والی رسد پر بھروسہ کرنا پڑا اور اس وقت کلکتہ میں مقدار ستر ہزار ٹن گیہوں پہنچ رہا ہے۔ اگر تقسیم کا مناسب بندوبست ہو جائے تو راشن بندی کی ایک معقول بنیاد قائم کر کے شہر کے عوام کا پیٹ بھرا جا سکتا ہے۔ کال نے زیادہ ہے لیکن مصیبت کو سندان کے علاقوں میں بھی پہنچا ہے جہاں تک کہ تقسیم کا تعلق ہے اس کے لئے بمبئی کے نمونہ پر راشن بندی کا طریقہ رائج کیا جا رہا ہے۔ ان منصوبوں کی ترتیب میں مرکزی غذائی کمیٹی امداد دے رہی ہے۔ لیکن توقع ابھی کلکتہ میں راشن بندی کو رائج کرنے میں ایک مہینہ لگے گا۔ اس اثنا میں صوبائی حکام نے ایک کافی بڑے پیمانہ پر خیراتی امداد کا انتظام کیا ہے اور ان پریشان حال لوگوں کا بندوبست کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو شہر میں آ گئے ہیں۔ مجھے بنگال کی حکومت غذائی اشیاء کی درآمد میں ہندوستان کی جو امداد کر سکتی تھی وہ کر رہی ہے لیکن یہ درآمد کس طرف سے رہی ہے اس کے متعلق تفصیلی اطلاع حفاظت کے خیالات سے نہیں دی جا سکتی۔

وزیر ہند نے کہا کہ طویل مدت کی پالیسی کے متعلق گریگری کمیٹی کی رپورٹ حکومت ہند کے پاس داخل کر دی گئی ہے اور مجھے حکومت ہند کے نوٹ ہونے والے نتائج اور رپورٹ کے متعلق ان کی سفارشات کی روشنی میں ایک مستقل بنیاد تلاش کی جا سکے گی جس کی بنا پر حکومت بنگال، حکومت ہند اور حکومت ہائے بنگال اور دوسرے علاقوں کی غذائی صورت حال سے نمٹنے کے لئے کامیابی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک عمل کر سکیں گے۔ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں صورت حال اتنی خراب نہیں ہے لیکن بعض صنعتی علاقوں میں آبادی کے بڑھ جانے سے اختلافات مستقل تشویش کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ مشکلات کا ایک نیا اور روز افزوں سبب یہ پیدا ہو گیا ہے کہ پنجاب اور سندھ کو جو غلہ پیدا کرنے والے خاص علاقے ہیں، بنگال اور جنوب کے علاقوں میں چاول کی جگہ بھیجنا پڑ رہا ہے جس کی وجہ سے ایسے علاقوں میں بھی جو عام طور سے انہی دونوں غلوں پر انحصار کرتے تھے گیہوں کی قلت ہو گئی ہے۔

اطالوی حکومت کی پالیسی

اتحادیوں کی حمایت میں بیڈوگلیو کی تقریر

لندن ۳۰ ستمبر۔ اٹلی کے وزیر اعظم مارشل بیڈوگلیو نے کل رات ریڈیو پر اٹلی والوں کو خطاب کر کے اپنی حکومت کی جرمن دشمن پالیسی کی تشریح کی۔ انھوں نے کہا کہ اطالوی عوام اب فیصلہ کریں کہ جمہوریت (ریپبلک) یا بادشاہ پرستی سے اب کوئی سروکار نہیں باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ اطالوی نوجوں نے بادشاہ کی وفاداری کا حلف اٹھایا ہے اور وہ صرف بادشاہ کی فرمانبرداری کریں گے جتنی جلد جرمنوں کو پیچھا کر کے انھیں اٹلی سے نکال دیا جائے گا اتنی ہی جلد ہمارا ملک آزاد ہو جائے گا۔ اطالوی عوام کے تمام طبقے اپنے بادشاہ اور حکومت کی قیادت میں ایک ساتھ مل کر اٹلی کی آئندہ بندوبست کریں گے۔

عارضی صلح کے بارے میں بیڈوگلیو نے کہا کہ اس کی شرائط سخت ضرور ہیں لیکن اطالویوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ لڑائی میں شکست کھا چکے تھے۔ بیڈوگلیو نے یہ انکشاف بھی کیا کہ صورت حال کی تبدیلی سے اس صلح نامہ کی بعض شرائط بدل دی گئی ہیں۔ اٹلی نے اپنے ملک کے ساتھ جرمن حملہ کا جو مقابلہ کیا ہے اس نے اطالوی عوام کو اتحادیوں سے نزدیک کر دیا ہے۔ آخر میں بیڈوگلیو نے کہا کہ اگر اٹلی کے تمام لوگ متحد رہیں اور اتحادی فتح پر بھروسہ کرتے رہیں تو اٹلی اپنے موجودہ المناک دور سے اور زیادہ مضبوط ہو کر نکلے گا۔

احمدیہ پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن (عثمانیہ) دفتر مملکت سانچہ توپ سے شائع ہوا۔